CORPORATION [illegible] SCHOOL
LIBRARY
Number 128
MUZANG—LAHORE

128/ U1

رفیق عُروس

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
دیباچہ	۱
تمہید	۷
شادی آزادی نہیں	۱۲
ناتجربہ کاری	۱۹
خاوند کی مزاج شناسی	۲۱
میاں کی اطاعت	۲۵
خاوند کا مرتبہ و محبت	۲۷
خاوند کی خوشنودی	۲۹
میاں کا کام اپنے ہاتھ سے	۳۴
خط پتّر	۳۷
خرچ میں اعتدال	۴۰
ریس	۴۲
نادار میاں	۴۹
سسرال والوں سے برتاؤ	۵۵
میاں بیوی کی یکدلی	۶۰
شوہر کی غیبت	۶۳
میاں بیوی کی شکر رنجی	۶۸
قصور کی معافی	۷۳
خوراک	۷۶
تیمارداری	۸۰
گھر داماد لینا	۸۵
خاوند کی بدچلنی	۹۱
چند متفرق ہدایتیں	۹۴
دُہاجو میاں	۹۵
مُصنّفہ کے والد کا خط	۱۱۰
خط مذکور کا جواب	۱۲۵

دیباچہ طبع ثانی

اس کتاب کی ترتیب وتالیف کا اصلی باعث میرے والد ماجد کا وہ بیش بہا نصیحت نامہ تھا۔ جو انہوں نے میری شادی کے دنوں میں میرے نام لکھا تھا۔ چونکہ شادی کے چھ مہینے بعد ہی مجھے تہذیب نسواں کی اڈیٹری کا کام سپرد ہوا۔ اس لئے مجھے ان ایام میں اس بات کی بہت جستجو رہتی تھی۔ کہ کون کون سے مضامین لڑکیوں کے لئے اخبار میں لکھنے مناسب ہیں۔ میں جوں جوں اپنے والد بزرگوار کی تحریر کو پڑھتی۔ اور اس پر غور کرتی تھی۔ اس کو اس قدر پُرمغز پاتی تھی۔ کہ مستورات کے لئے جتنے مفید مضامین خیال میں آسکتے ہیں۔ وہ اشارات کے طور پر اس سے نکلتے تھے۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا۔ کہ ان اشارات میں سے ایک ایک کو لے کر ہر ایک پر جُدا جُدا مضمون لکھوں۔ اور اس دریا میں سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکالوں۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں اس طرح کرنے سے ایک مجموعہ مضامین تیار ہوگیا۔ میں چاہتی تھی۔ کہ ان مضامین کو تھوڑا تھوڑا کرکے اخبار میں ہی شائع کردوں مگر منیجر صاحب تہذیب نسواں کی یہ رائے تھی۔ کہ انہیں کتاب کی صورت

ہیں رفیق عروس کے نام سے چھاپا اور شائع کیا جائے۔ مگر انہیں بھی یہ
اندیشہ تھا۔ کہ کہیں زمانے کی ناقدری کی وجہ سے کتابوں کا انبار گھر میں پڑا
اور بار خاطر نہ بنا رہے، آخر بہت ہچکچاتے ہچکچاتے ۱۹۰۱ء میں یہ مسودہ
چھاپے خانے کے سپرد کر دیا گیا، بہنوں کی مہربانی اور بزرگوں کی قدردانی
تھی۔ کہ اُمید سے بڑھ کر حوصلہ افزا الفاظ میں میرے ان ناچیز اوراق کی
تعریفیں کی گئیں۔ اور ہر طرف سے اس کتاب کی مانگ آئی۔ یہاں تک کہ
اسے دوسری دفعہ چھپوانے کی نوبت پہنچی۔

اس مرتبہ **رفیق عُروس** میں بعض اَور مضامینِ مفیدہ ایزاد کئے گئے
ہیں۔ اور پہلے مضمونوں پر بھی نظرِ ثانی کی گئی ہے، چنانچہ یہ کتاب بہ نسبت
پہلے کے بہت بڑھ گئی ہے، مجھے اُمید ہے۔ کہ جن بہنوں نے اسے پہلی
حالت میں پسند فرمایا تھا۔ اب وہ اس کو اَور بھی زیادہ مفید و کارآمد
پائیں گی۔ اور جو بہنیں اس سے فائدہ اُٹھائیں گی۔ وہ اس عاجزہ کو
دُعائے خیر سے یاد فرمائیں گی۔ فقط

لاہور۔ ۳۰۔ مارچ ۱۹۰۵ء

راقمہ محمدی بیگم

دیباچہ طبع چہارم

رفیق عروس کا مسودہ ۱۸۹۹ء کے اخیر میں تیار ہوا تھا۔ اور ۱۹۰۱ء میں اس کی اوّل اڈیشن شائع ہوئی۔ مصنّفہ محترمہ نے شادی کے بعد اپنے گھر کی خاص صورت اور مشکلات دیکھ کر یہ قیاس کیا تھا کہ ایسی ہی یا اس سے ملتی جلتی مشکلات دوسری نئی بیاہی بہوؤں کو بھی پیش آتی ہوں گی۔ اور ان مشکلات کی پریشانیوں میں ناتجربہ کار و نوعمر بچیوں کو کون نصیحت اور تسلّی دیتا۔ اور صحیح راہ بتاتا ہوگا۔ اس خیال ہمدردی نے انہیں ایک ایسی کتاب کے لکھنے پر آمادہ کیا۔ جو نئی دلہن کے لئے ہنسی خوشی میں اس کی سہیلی کا کام دے۔ اور ناتجربہ کاری کی پریشانی میں پیاری ماں کی سی بزرگانہ نصیحتیں اور زمانے کا اونچ نیچ سکھاتے۔ جس دلی ہمدردی سے یہ کتاب لکھی گئی تھی۔ ویسی ہی خواتین نے اسے دلی قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور مصنّفہ کو نہایت حوصلہ افزا خطوط لکھے۔ چنانچہ ۱۹۰۵ء میں مصنّفہ نے نظر ثانی کر کے مناسب ترمیم و زیادہ کے ساتھ اسے دوبارہ شائع کیا۔

مختلف بہنوں کی خط و کتابت اور تین چار سال کے مزید تجربے سے ان کا ارادہ تھا۔ کہ طبع ثالث میں چند اور ضروری مضامین اضافہ کر کے اس کتاب کو پہلے سے بھی زیادہ مفید بنائیں۔ مگر ۱۹۰۸ء کے اخیر میں ان کی بے وقت موت نے ان کے دلی ارادوں کو پورا نہ ہونے دیا۔ اور ۱۹۱۰ء

یہی رفیق عروس طبع ثانی کے مطابق ہی معمولی طور پر تیسری بار شائع ہوئی ہے۔

اب یہ کتاب جو عرصے سے ختم ہو چکی ہے۔ چوتھی مرتبہ طبع ہونے کے لئے جا رہی ہے۔ اس مرتبہ بھی اگرچہ اس میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں کی گئی۔ لیکن پھر بھی متعدد مقامات میں اچھے مفید اضافے کئے گئے ہیں۔ اور تمام کتاب کی از سر نو نظرثانی کی گئی ہے۔ طبع ثالث کی کتاب کسی قدر گنجان تھی اس مرتبہ وہ گنجانی بھی دُور کر دی گئی ہے۔ اس نقص کے دُور کرنے اور جا بجا فقرات زیادہ کرنے سے کتاب کے حجم میں تقریباً ڈیڑھ جزو کے زیادتی ہو گئی ہے۔ مجھے اُمید ہے بہنیں اس پانچویں اڈیشن کو پہلی سب اڈیشنوں سے زیادہ مفید و بہتر پائینگی۔

اس کتاب کو اس سے بھی زیادہ مکمل و مفید بنانے کا بہترین طریق یہ ہے۔ کہ جو بہنیں اپنی خانہ داری میں کسی خاص قسم کی مشکل پائیں۔ جس کے باب میں رفیق عروس سے کافی رہنمائی نہ ہوتی ہو۔ وہ مجھے بذریعہ خط اپنی صورت حالات سے مطلع فرمائیں۔ تاکہ میں ایسی یادداشتیں جمع کرتا جاؤں اور جب اس کتاب کی طبع پنجم کی نوبت آئے۔ تو ان یادداشتوں کے مطابق مضامین لکھ کر اسے مکمل کیا جائے۔

اخیر میں میری التجا ہے۔ کہ جو بہنیں اس کتاب سے فائدہ اُٹھائیں مرحومہ کے حق میں دُعاء مغفرت فرمائیں۔ اور فاتحہ کا ثواب پہنچائیں۔

لاہور۔ ۵ جون ۱۹۱۸ء

خاکسار سید ممتاز علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

میری پیاری بہن! خدا رکھے آج تمہاری شادی کا مُبارک دن ہے۔ خداوند کریم اس مُبارک نام کو اسم بامسمّٰی کرے۔ اور تمہیں ہمیشہ شاد و خانہ آباد رکھے۔ میں اس وقت یہ چند سطریں تمہاری نذر کے واسطے ایک ناچیز مُنہ دکھائی کے طور پر لائی ہوں۔ گو میرے اس ناچیز تحفے کی حقیقت تمہارے بیش بہا جہیز کے آگے کچھ بھی نہیں لیکن ؎

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

میری پیاری بہن! خداوند کریم نے تمہیں گوشت کا ایک لوتھڑا پیدا کیا تھا۔ تمہارے وجود کے ساتھ ساتھ تمہاری محبّت ماں باپ

اور عزیز و اقارب کے دل ہیں ڈالی - جس کے باعث تمہارے والدین نے تمہیں نہایت شفقت اور محبت سے پالا - تمہارے واسطے تمہاری پیاری ماں نے اپنی راحت اور چین کو تمہارے اُوپر قربان اور نثار کر دیا - ہمیشہ اپنے ہاتھوں میں رکھا - اور ذرا اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا - اپنی بساط اور اپنی حیثیت کے موافق بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ کھلایا پہنایا - تم اپنی نیند سوئیں اپنی نیند اُٹھیں - تمہیں تمہاری سُکھ نیند میں خلل آنے - طبیعت بے مزہ ہونے کے خیال سے تمہاری ماں نے کبھی نہیں جگایا، تم اپنی سہیلیوں میں پہروں بیٹھی گُڑیاں کھیلا اور اس کھیل میں دن گنوایا کیں - مگر تمہاری ماں نے ہی تمہاری خوشی کے خیال سے تمہیں کھیل سے کبھی نہیں روکا - تمہارا دل چاہا - تم نے گھر کا دھندا کیا - نہ چاہا آرام سے بیٹھی یا پڑی ہوئی انگڑائیاں لیا کیں - مگر اُس خدا کی بندی نے جھوٹوں بھی کبھی اتنا نہ کہا - کہ واری اپنا آرام چھوڑو اور میرا کام سمیٹو، جہاں تک ہو سکا - مر پیٹ کر خود ہی کر لیا لیکن چاہو - کہ تمہاری تکلیف گوارا ہو - سو ہرگز نہیں - اگر تم بیمار پڑیں

تو تمہاری ماں نے ساری ساری رات آنکھوں میں کاٹ دی۔ اپنا سونا سگند کیا۔ اور تمہیں اپنی گود میں لئے بیٹھی رہی۔ اپنی میٹھی میٹھی نیند تمہارے سُکھ کے لئے تلخ کر دی، نو مہینے پیٹ میں رکھا۔ بوجھ اُٹھائے اُٹھائے پھری۔ کیا مقدور جو ذرا تیوری پر بھی بل ڈالا ہو، خدا رکھے جب تم پیدا ہوئیں۔ تو اس نے اپنی گود ہی میں ہاتھوں چھاؤں رکھا۔ آنکھوں پر بٹھایا۔ غرض جب تک تم پیٹ میں رہیں۔ پیٹ کی تکلیف سہی۔ اور جب پیدا ہوئیں۔ تو تمہارے پالنے پوسنے کا دُکھ اُٹھایا۔ گیلے میں آپ سوئی۔ سوکھے میں تمہیں سلایا۔ لیکن تمہاری زندگی اور تمہاری صحت کو وہ اپنی تکلیف پر مقدم ہی سمجھتی رہی +

میری پیاری بہن! آج وہ دن ہے۔ کہ تم اپنی پیاری ماں سے بچھڑتی ہو۔ یہ وہ گھڑی ہے۔ کہ تمہاری چاہیتی اور تمہاری دردمند ماں تمہاری جُدائی سے آٹھ آٹھ آنسوؤں روتی ہے۔ اُس کا بس نہیں چلتا۔ کہ کلیجے سے لگائے بیٹھی رہے، اگرچہ اُس نے نَو مہینے تمہیں اپنے پیٹ میں رکھا۔ اور آج تک تمہارے دم

سے اُس کے گھر میں گھما گھمی اور چہل پہل رہی۔ لیکن اب وہ تمہیں نہیں بٹھا سکتی، تمہارے سارے کُنبے کے دلوں پر اس وقت غم کا دل بادل اور قلق کی گھٹا چھا رہی ہے۔ تم خود اپنی پیاری آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگا رہی ہو۔ تمہارے زار و قطار رونے سے دلوں کا خدا ہی حافظ ہو رہا ہے۔ لیکن بُوا سُنو۔ جتنے دنوں تمہیں اس گھر میں رہنا تھا۔ رہ لیں۔ جو دن تمہاری بے فکری کے تھے۔ وہ تم نے کاٹ لئے۔ آج سے تمہاری گردن پر دُنیا کا جوا آ رکھا گیا۔ تمہاری زندگی اب نئی زندگی ہو گئی۔ آہ میری پیاری بہن! آج دو بولوں نے تمہیں سارے عزیزوں سے چھُڑا دیا۔ آج تم بے گانی ہو گئیں۔ اور تمہارے عزیز بے کسوں کی طرح تمہاری صورت دیکھتے رہ گئے۔ لیکن سُنو بُوا۔ بیٹیاں پرائے گھر کی ہوتی ہیں۔ گویا بیگانہ مال ہیں۔ انہیں پالو پوسو۔ پندرہ برس رکھو تو۔ بیس برس رکھو تو۔ آخر بیاہنا ہی پڑتا ہے۔ تم یہ خیال نہ کرنا۔ کہ ماں باپ نے کھانے پینے کے بوجھ سے گھبرا کر اپنے سر سے تمہارا بوجھ اُتارا۔ بُوا! اولاد کا کھانا پینا کسی کو بُرا نہیں لگتا۔

بڑے بڑے بادشاہ جن کے پاس روپے پیسے کا شمار نہ تھا۔ اور جن کے در پر سیکڑوں انسان اور حیوان اپنا پیٹ پالتے تھے۔ اُنہوں نے بھی اپنی بیٹیاں نہیں بٹھا رکھیں۔ کیا کریں بیٹیاں ہیں ہی کچھ ایسی چیز کہ بٹھائی نہیں جاتیں۔ بقول شخصے کہ بیٹی ہوئی بھی بُری اور موئی بھی بُری۔ بس بُوا! تم بھی انہیں بیٹیوں میں سے ہو۔

میں اپنے اللہ میاں سے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتی ہوں۔ کہ الٰہی حضرت بیوی کی طفیل میری بہن کو آج کا دن مُبارک کر۔ اس کی تمام زندگی کے دن عید۔ رات شب برات ہوں۔ اس کے سر پر اس کے تاج کا سایہ ہمیشہ قائم رہے۔ ان دونوں میں دن دُونی رات چوگنی محبت اور پیار اور اخلاص بڑھتا جائے، اے میرے اللہ میاں یہ دونوں ایک دوسرے کے سچّے رفیق اور مددگار رہیں، اے میرے خدا تو ان کو دین و دُنیا میں اپنا برگزیدہ بندہ بنا، اے میرے حقیقی مالک! تو میری بہن کو توفیق دے کہ وہ اپنے مالک مجازی کی اطاعت اور فرمانبرداری میں ضرب المثل

ہو۔ اُسے ہمیشہ اپنا آقا اور اپنے آپ کو اس کی ادنٰے لونڈی سمجھے۔ اے میرے رب! تو اس کا سہاگ ہمیشہ قائم رکھ۔ اے کریم تو اسے اس قدر دے۔ کہ گھر بھر کر باہر بھرے۔ وہ دودوں نہلائے اور پوتوں پھلے۔ میری مسافر بہن! میرے روئیں روئیں سے تمہاری بہتری کی دُعا نکلتی ہے۔ خدا تعالےٰ کل عالم کی ماؤں کا کلیجہ اپنے بچوں کی طرف سے ٹھنڈا رکھے۔ اور اُن کے صدقے میں تمہاری ماں کا دل شاد اور تمہارا خانہ آباد رہے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین +

اس کے بعد چند باتیں جو تجربے سے معلوم ہوئیں۔ بڑے بزرگوں سے سُنیں اور آزمائیں۔ تمہیں سُناتی ہوں۔ اگر تم ان ناچیز نصیحتوں پر غور کرو گی۔ اور سوچو گی۔ تو یقین ہے۔ کہ تمہارے واسطے مفید ہوں گی +

شادی آزادی نہیں

بُوا تم اپنے دل میں یہ خیال ہرگز ہرگز نہ کرنا کہ شادی آزادی

ہے۔ شادی آزادی ہے۔ لیکن اَور قسم کی آزادی۔ ورنہ سچ پوچھو
تو اصل آزادی کا زمانہ کوارپنے ہی کا تھا۔ جو ابھی تھوڑی دیر ہوئی
تمہارے پاس سے کُوچ کر گیا۔ اور اپنی بجائے اس بی شادی کو
چھوڑ گیا۔ اب تم نے پابندی کے زمانے میں قدم رکھا ہے۔ تم یہ
سُن کر ہراساں نہ ہونا۔ کہ میں نے جسے آزادی سمجھ رکھا تھا۔ وہ
پابندی نکلی۔ اور پابندی بھی کیسی۔ کہ ہمیشہ کی۔ بُوا! اُس بھولے بھالے
زمانے کے سوا جو بچپن کا زمانہ ہے۔ اور جس میں اچھی بُری چیز کی
پوچھ گچھ نہیں۔ دُنیا میں کسی کے لئے کوئی آزادی کا زمانہ نہیں ہے
نہ عورت کے لئے نہ مرد کے لئے۔ بچپن کا جو زمانہ ہے۔ وہ انسانیت
میں گِنا ہی نہیں جاتا۔ اس زمانے میں نہ کوئی بات گناہ ہے۔ نہ
ثواب۔ پس اصل انسانی زندگی اسی پابندی کا نام ہے۔ اور
جس قدر کوئی اس پابندی کو انسانیت سے نباہے۔ اتنی ہی
اعلیٰ درجے کی آدمیت سمجھی جائے گی۔

اس کے علاوہ انسان ایسی عجیب مخلوق ہے۔ جسے کسی
حالت میں صبر و قرار نہیں۔ بُوا! تم بُرا نہ ماننا۔ میں سچ کہتی ہوں

کہ اگر لڑکیوں کو ہمیشہ کنوارا ہی رکھا جائے۔ تو وہ اپنی اس زندگی سے آپ ہی اکتا جائیں۔ کیونکہ انسان ایسا ہی کل ہرا ہے۔ کہ اسے کبھی ایک کل کل نہیں پڑتی۔ خیال کرو۔ کہ جب سردی آتی ہے۔ تو دُعائیں مانگتی ہو۔ کہ یا اللہ! گرمی جلدی سے آجائے۔ اس سردی سے تو دل ٹھنڈا ہو گیا۔ جب گرمی آتی ہے۔ تو اسی طرح سردی کی دعائیں مانگتی ہو۔ کہ اے میرے پروردگار! ہم تو پسینوں میں نہا گئے۔ اس چلچلاتی دھوپ۔ ان گرم گرم جھلستی ہوئی لوؤں سے بچا۔ اور ٹھنڈا زمانہ دکھا۔ مینہ نہیں برستا تو منہ کالا کر کے پرنالے لپیٹتی پھرتی ہو۔ بس بُڑا ایسا ہی کنوارپنے کے زمانے کا حال ہے۔ پھر اس میں بھی خدا نے اُلٹا پلٹی رکھی ہے۔ بچپن میں جو آزادی تھی۔ وہ بڑپن میں نہ رہی۔ بڑے ہو کر ماں باپ بہن بھائی سب کے حقوق کا بوجھ تمہارے سر پر آ پڑا۔ تمہیں ماں باپ نے اس لاڈ اور ناز سے رکھا۔ کہ تم اس پابندی کو بھی آزادی ہی سمجھتی رہیں۔ مگر بیاہے پر اور ہی قسم کی پابندی کی زندگی آتی ہے۔ جس میں کسی قدر زیادہ مشکلیں پیش آتی ہیں۔

لیکن یاد رکھو ؎

کہ جن مشکلوں کا اُٹھانا ہے مشکل

وُہی ہیں بُرا! کچھ اُٹھانے کے قابل

خُدا نے چاہا۔ تو تم اس پابندی کے زمانے میں دل شاد خانہ آباد رہو گی۔ اور رفتہ رفتہ عادت پڑ کر یہی زندگی تمہیں بھلی معلوم ہو گی، تم گھرداری کے دھندوں میں ایسی پھنسو گی۔ کہ تمہارا دل خود ان میں سے نکلنا پسند نہیں کرے گا۔

جب تم اوّل اوّل اپنی سُسرال جاؤ گی۔ تو تمہارے کان چٹھی رساں کی آواز کی طرف لگے رہیں گے، تمہارا دل اپنے پیارے ماں باپ بہن بھائی کی یاد اور اُن کے خط کے انتظار میں پڑا رہے گا، اگر دست قلم ہو گی۔ تو کچھ دنوں تمہاری زبان پر میکے والوں کا کلمہ رہے گا۔ اور ہر وقت انہیں کو جپتی رہو گی۔ جس سے کھلکھلا مٹھو ہو کر باتیں کرو گی۔ اسی باغ باڑی کا ذکر ہو گا۔ جس کی تم قمری یا بلبل ہزار داستان تھیں۔ اور آج بُوئے گل کی طرح اُڑ کر کسی اَور انجمن کو بسا اور مہکا رہی ہو، تم اپنے ننھے ننھے بھائی اور

بہنوں کی پیاری پیاری باتیں اور بھولی صورتوں کو یاد کرو گی
بلکہ بعض وقت ان کی یاد میں روؤ گی، تم منتظر رہو گی۔ کہ یا اللہ!
میری اماں جان میرے ابا جان مجھے بلائیں۔ اور میرے
بھائی مجھے لینے کو آئیں۔ تو میں اپنے میکے جاؤں، جھولا جھولو
گی۔ تو بھی میکے کا گیت گاؤ گی۔ کہ

اماں میرے بھائی کو بھیجو ری کہ ساون آیا
اماں میرے ماموں کو بھیجو ری کہ ساون آیا

جب تم میکے جاؤ گی۔ اور تمہارے سسرال والے تمہیں بلائیں گے۔
تو تم یہی چاہو گی۔ کہ جتنے روز یہاں اور رہ لوں۔ وہی اچھا ہے۔
لیکن بوا! یہ حالت کب تک رہے گی؟ بہت تھوڑے
دنوں۔ جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا۔ تم زیادہ پابند ہوتی جاؤ
گی۔ پھر تمہارا یہ حال ہو گا۔ کہ تمہارے والدین تم کو خط لکھیں گے۔
اور تم گھر کے دھندوں سے اتنی بھی فرصت نہ پاؤ گی۔ کہ ان
کو جواب لکھو، تمہارے ماں باپ تمہیں بلائیں گے۔ اور تم
انہیں عذر لکھو گی۔ کہ ابا جان! کیا کروں؟ میرا دل بھی آپ

کے دیکھنے اور اپنے پیارے بہن بھائی سے ملنے کو ات گت چاہتا ہے۔ لیکن گھر کے دھندوں سے دم بھر چھوٹ نہیں۔ امّاں جان مہمان گئی ہوئی ہیں۔ ان کے دفتر کا وقت بدل گیا ہے۔ کام کی مارا مار ہے۔ نیا صاحب آیا ہے۔ زانو سے زانو باندھ کر کام لیتا۔ اور خود کرتا ہے۔ اس محنت نے انہیں آدھا نہیں رکھا۔ اس کے علاوہ کبھی کبھی خفیف سی حرارت ہو جاتی ہے۔ یہ سارے غم ہیں۔ اور میرا اکیلا دم۔ انہیں باتوں نے اٹکا رکھا ہے۔ ذرا چھٹکارا نہیں ملتا۔ کہ آؤں اور آپ کی قدم بوسی سے اپنی آنکھوں کو روشن۔ دل کو تازہ کروں، اپنا بس نہیں۔ ناچار ہوں۔ مجبور ہوں۔ دلوں سے نزدیک اور آنکھوں سے دُور ہوں۔ انشاءاللہ تعالےٰ ان سے فارغ ہوتے ہی اُڑ کر پہنچوں گی +

پھر تم میکے جاؤ گی تو تمہارا دل اپنی سُسرال کی طرف لگا رہے گا۔ اور سوچو گی کہ میرے بغیر گھر والے میاں کے کھانے پینے کا کھیل بکھیڑا ہو رہا ہو گا۔ خدا جانے کس وقت کھانا ملتا ہو گا اور کیسا ملتا ہو گا۔ غسل کرتے ہوں گے۔ تو کپڑے کون نکالتا ہو گا

اُدھر اُدھر ایا کون سیتنا ہوگا، برسات سر پر آئی۔ جڑاول کے صندوق بند پڑے ہیں۔ انہیں کسی نے ہوا بھی دی ہوگی۔ کہ نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کیڑا لگ جائے۔ اور بیٹھے بٹھائے کپڑوں کا ستیاناس ہو کر ناحق نقصان اُٹھانا پڑے، گھر کا خرچ خدا جانے کس طرح اُٹھتا ہوگا۔ غرض ایسے ایسے خیال تمہارے دل میں پیدا ہو کر بہت جلد تمہارے دل کو اچاٹ دیں گے، تمہارے ماں باپ کہیں گے۔ بیٹی! کوئی دن تو اَور رہو۔ لیکن تم منتظر رہو گی۔ کہ کب میاں آئیں۔ اور کب میں سُسرال جاؤں، میکے کی محبت کسی کے دل سے نہیں جاتی۔ لیکن سُسرال کی محبت اس قدر دامنگیر ہوتی ہے۔ کہ اس سے پیچھا چھٹ ہی نہیں سکتا،

کچھ دنوں کے بعد خداوند کریم تمہاری گود بھری پُری کر دے گا۔ اور تمہیں صاحب اولاد بنائے گا، پھر تم بچوں کے کھیل تماشے میٹھی میٹھی باتوں۔ پالنے پوسنے۔ ان کے رکھ رکھاؤ میں مشغول ہو گی۔ کہ دُنیا بھر میں کوئی اس سے زیادہ دل کا بہلاوا تمہیں نظر نہیں آئے گا۔ اور اپنے پیارے بہن بھائیوں کو بھُولے

سے بھی یاد نہ کروگی۔ کبھی ان کی چرک دھانس روکے گی۔ کبھی
ن کا سینا پرونا اٹکائے گا۔ کبھی ہرج تعلیم کا خیال آئے گا۔
جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ گھر سے چھٹکارا محال ہوگا*

ناتجربہ کاری یا شادی کے نکتے

بُوا تم ابھی ناتجربہ کار ہو۔ اور دُنیا کی اُونچ نیچ سے بے خبر۔
تم اس لفظ کو سُن کر حیران نہ ہونا۔ اور یہ خیال نہ کرنا۔ کہ اس کے
پردے میں کوئی انوکھی بات چھُپی ہوئی ہے۔ اور وہ مشکل ہے۔
اس کی نظیر تمہاری آنکھوں کے سامنے رہ چُکی ہے۔ یعنی تمہارے
ابّا جان اور تمہاری امّاں جان کا اخلاص۔ آپس کا سلوک۔ روز
مرہ کا برتاؤ۔ گھرداری کا سلیقہ۔ اس کے علاوہ تم نے بہت
سی کتابوں مثلاً مراۃ العروس۔ بنات النعش۔ توبۃ النصوح۔
قصۂ راحت زمانی وغیرہ میں شادی کے کاروبار اور انتظام خانہ
داری کا حال پڑھا ہوگا۔ بس یہ ہی شادی کے نکتے ہیں*
پیاری بہن! یہ یاد رکھو۔ کہ جس طرح دُنیا کو چھوڑ کر عاقبت

سے بھی یاد نہ کرو گی۔ کبھی ان کی چرک دھانس روکے گی۔ کبھی ان کا سینا پرونا اٹکائے گا۔ کبھی ہرج تعلیم کا خیال آئے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ گھر سے چھٹکارا محال ہوگا۔

ناتجربہ کاری یا شادی کے نکتے

بُوا تم ابھی ناتجربہ کار ہو۔ اور دُنیا کی اُونچ نیچ سے بے خبر۔ تم اس لفظ کو سُن کر حیران نہ ہونا۔ اور یہ خیال نہ کرنا۔ کہ اس کے پردے میں کوئی انوکھی بات چھُپی ہوتی ہے۔ اور وہ مشکل ہے۔ اس کی نظیر تمہاری آنکھوں کے سامنے رہ چکی ہے۔ یعنی تمہارے ابّا جان اور تمہاری اماں جان کا اخلاص۔ آپس کا سلوک۔ روز مرہ کا برتاؤ۔ گھر داری کا سلیقہ۔ اس کے علاوہ تم نے بہت سی کتابوں مثلاً مراۃ العروس۔ بنات النعش۔ توبۃ النصوح۔ قصۂ راحت زمانی وغیرہ میں شادی کے کاروبار اور انتظام خانہ داری کا حال پڑھا ہوگا۔ بس یہ ہی شادی کے نکتے ہیں۔

پیاری بہن! یہ یاد رکھو۔ کہ جس طرح دُنیا کو چھوڑ کر عاقبت

ہیں جاؤ گی۔ اور وہاں تمہارے اُن اعمال کی جو تم نے دُنیا میں
کئے ہیں۔ پوچھ ہو گی۔ اسی طرح جب تم اس بے فکری کے زمانے
میں سے قدم نکال کر نئی زندگی کے میدان میں قدم رکھو گی۔ تو
سُسرال میں جا کر تمہاری ہر ایک بات کی چھان بین اور امتحان
ہو گا۔ اگر تم نے میکے میں اپنے اس امتحان کی کچھ تیاری کر لی
ہو گی۔ تو بیڑا پار ہے۔ ورنہ تمہارے دشمنوں کے لئے جیتے جی
سُسرال دوزخ کا نمونہ بن جائے گا۔ اور تم اپنی بے فکری کی
زندگی کے اعمال کی سزا اسی دُنیا میں بھگت لو گی۔ عاقبت کی
خبر خدا جانے +

غرض تم ہر بات سے آگاہ تو ہو۔ لیکن ابھی ناتجربہ کار ہو۔
تمہیں سُسرال میں جا کر سب سے پہلا کام یہی کرنا ہو گا۔ کہ اپنے
خاوند اور سسرال والوں یعنی اپنے میاں کے عزیزوں کی مزاج
شناس بنو۔ جب تک تم ان کے مزاج سے واقف نہ ہو جاؤ۔
اُس وقت تک کسی کام میں درک نہ دینا ایسا کرو گی۔ تو یہ نہایت
ندامت اور حماقت کا کام ہو گا۔ سُسرال میں جا کر دستور کے موافق

عام دُلھنوں کی لُولی لنگڑی بن کر چرپائی پر بیٹھا رہنا بھی اچھا نہیں۔ اور جاتے ہی یہ مثل کرنی۔ کہ اُٹھا ؤ میرا مقنع۔ میں گھر سنبھالوں اپنا۔ بھی بہت ہی بُرا ہے۔ تم رفتہ رفتہ جُوں جُوں ہر ایک کی مزاج شناس ہوتی جاؤگی۔ ووں ووں خانہ داری کے انتظام میں اپنا رسوخ پیدا کرتی جانا۔ ادب سے بیٹھنا ادب سے گفتگو کرنا۔ نہ اس قدر خاموش رہنا۔ کہ کوئی گونگی بہری کہے۔ نہ اس قدر طرار فرّار بننا۔ کہ تمہارا نام چٹاخ چرپٹا رکھا جائے۔

خاوند کی مزاج شناسی

بُوا خدا نے دنیا میں ہر ایک انسان کا مزاج جُدا جُدا بنایا ہے۔ کوئی کسی چیز کی رغبت رکھتا ہے۔ اور کوئی کسی کی۔ تم یہ غور کرنا۔ کہ تمہارا شوہر کن کن باتوں کو پسند اور کن کن کو ناپسند کرتا ہے۔ بعضے شوہر دل سے یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہماری بیوی لکھی پڑھی دست قلم ہو۔ اگر تمہارا شوہر بھی ایسا ہی چاہے۔ تو تم اپنا تمام میلانِ خاطر علم کی طرف جُھکا دو اور جس طرح تمہارا شوہر تمہیں

تعلیم دینی چاہیئے۔ اُسی طرح حاصل کرو۔ یہ نہیں۔ کہ وہ تمہیں پڑھنے کی تاکید کرے۔ اور تم سینا لے بیٹھو۔ وہ خانہ داری کے کام کو کہے تم لکھنے پڑھنے میں مشغول ہو جاؤ۔ اس ضدّم ضدّا سے مرد کے دل میں فرق آجاتا ہے۔

بعضے پُرانے خیال کے مردوں کو لکھنے پڑھنے سے نفرت ہوتی ہے۔ اور بیوی کو قلم پکڑنا عیب جانتے ہیں۔ پس اگر تم اپنے شوہر کو اس خیال میں دیکھو۔ تو گو علم سی نایاب چیز کی جستجو کو چھوڑنا اور اس سے مُنہ موڑنا ایک رنج دہ بات ہے۔ مگر پھر بھی شوہر کا حکم اس پر مقدّم جانو۔ اور یک قلم لکھنا پڑھنا موقوف کر دو۔ اور سدا اُس کی خوشی سے کام رکھو۔

بعض شوہر یہ چاہتے ہیں۔ کہ بیوی ہمارے ساتھ کھانا کھائے مگر بیوی کسی شرم کی وجہ یا اپنے دل کی خوشی سے شوہر کی اس خوشی کو پورا نہیں کرتی۔ جس سے ایک تو شوہر کا دل آزردہ ہوتا اور دوسرے اُسے کھانے میں ذرا مزہ نہیں آتا ہے۔ پس اگر تمہارے میاں تمہیں اپنے ساتھ کھانے کو کہیں۔ تو تم بھی شوق

سے بسم اللہ کر کے کھانے میں اُن کے ساتھ شامل ہو جاؤ، اچھی چیز اپنے ہاتھ سے اُٹھا اُٹھا کر اپنے شوہر کے آگے رکھتی جاؤ، اگر ساتھ کھانے نہ بیٹھو۔ تو بھی کھانے کے وقت سو کام چھوڑ دو۔ اور میاں کے پاس آ بیٹھو، گرمی ہو تو پنکھا ہلاتی رہو۔ مکّھی بال دیکھ کر تمیز سے کھانا کھلاؤ۔ اس کے بعد ہاتھ دُھلواؤ۔ ہاتھ پونچھنے کو تولیہ دو۔ پھر پان یا حُقّہ جس چیز کی اُسے طلب ہو۔ منگا کر سامنے رکھو، کچہری یا کسی کام پر سے آنے کے وقت مرد کا مزاج ضرور جلا بُھنا ہوا کرتا ہے۔ اُس وقت اگر آتے ہی گھر کے جھگڑے دُکھڑے لے بیٹھو۔ تو مرد کا تمام وقت بہت بُری طرح گزرتا ہے۔ پس جب مرد باہر سے آئے۔ تو اُس وقت اُس کی خوشی کے خاص سامان موجود رکھو۔ مُنہ دُھلوا کر ٹھنڈا کرو پھر اگر ناشتے کی عادت ہو۔ تو ناشتہ کراؤ۔ حُقّہ کی عادت ہو۔ حُقّہ پلاؤ۔ پان کی طلب ہو۔ پان کھلاؤ۔ پاس بیٹھ کر آدمیّت سے بات چیت کرو۔ اُس کے دل کی کلفت اور سب تکان مٹاؤ۔ جس سے اُس کا وقت خوشی سے گزرے۔ اور تمہارے دل کو

بھی چین رہے ؛

گو میاں سے تمہارا درجہ کم نہیں۔ وہ بھی ماں باپ کا بیٹا ہے۔ اور تم بھی ماں باپ کی بیٹی ہو۔ مگر جب وہ تمہارے آرام کے واسطے پاپڑ بیلے۔ مصیبت اُٹھائے۔ سر کٹائے۔ تو تم کو بھی یہ مناسب نہیں۔ کہ اُس کے وقت پر آنکھ چُرا جاؤ۔ اور ذرا مزاج دان نہ بنو۔ خوش خلقی۔ خدمت گزاری۔ سلیقہ مندی وہ چیز ہے۔ کہ غیر کو اپنا بنا دیتی ہے۔ اور یہ تو پھر خاوند ہے۔ گھر والا ہے۔ اسی کے دم کا سارے گھر میں اُجالا ہے۔ راج سہاگ اس کے دم سے ہے۔ اور مانگ بھاگ اس کے قدم سے۔ تمہاری زندگی کا سُکھ دینے۔ ہر ایک سے حمایت لینے والا خاوند ہے۔ غرض تمہاری ساری بھلائی بُرائی۔ عزّت نام۔ آن بان اسی کے دم سے وابستہ ہے۔ خدا کے بعد شریعت والوں نے خاوند کو مانا ہے۔ گھر کا حاکم گھر کا بادشاہ اسی کو جانا ہے۔ اس کی ہمدردی عین اپنی ہمدردی ہے۔ اور اس کی خوشی خاص اپنی خوشی ؛

میاں کی اطاعت

سُنو بُوا تم نے یہ ضرور ہی سُنا ہو گا۔ کہ ماں باپ کے قدموں کے نیچے جنّت ہے۔ اور ان کی اطاعت کرنی اولاد کے واسطے دین و دُنیا کی راحت۔ لیکن بُوا جب لڑکی کی شادی ہو جاتی ہے۔ تو ماں باپ بیٹی کے فرض سے ادا ہو جاتے ہیں۔ اور اب بیٹی بھی والدین کی خدمت کے بجائے خاوند کے حق بجالانے میں مصروف ہو جاتی ہے، میاں کے حق بیوی پر بہت سے ہیں۔ چنانچہ جناب سرورِ کائنات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ بیوی اپنے خاوند کی خدمت کرے۔ اور اُس کا خاوند اُس سے راضی و خوشی رہے۔ تو وہ جس دروازے سے چاہے بہشت میں چلی جائے۔ اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے۔ کہ اگر خدا کے سوائے کسی اَور کو سجدہ کرنا آیا ہوتا۔ تو میں بیوی کو حکم دیتا۔ کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ غرض خاوند کے حق بیوی پر بہت ہیں۔ اور رُتبہ بہت بڑا جس کی تفصیل سے قرآن مجید

بھرا پڑا ہے۔ بس جو بیوی اپنے میاں کی اطاعت میں کمی کرے گی۔ وہ خدا اور رسول دونوں کی گنہگار ہو گی۔ اور خاوند کی ناراضگی کے باعث جس قدر مصیبتیں اور تکلیفیں اُٹھائے گی۔ وہ جُدا رہیں +

پس بُوا تم ہمیشہ اپنے آپ کو اپنے مالک مجازی یعنی خاوند کی لونڈی سمجھنا۔ اور جہاں تک تم سے ہو سکے۔ اپنے میاں کا کام اپنے ہاتھ سے کرنا۔ نوکروں کے بھروسے تمہیں اپنے میاں کی خدمت سے بے خبر نہ رہنا چاہیئے۔ کیونکہ عورتوں کو خدا نے مردوں کی دلدہی اور رفاقت کے واسطے پیدا کیا ہے۔ اور مردوں کو تمہاری خبر گیری اور راحت رسانی اور سامان خانہ داری کی بہم رسانی کے لئے۔ اگر تم ان کے اس فرض کو جو خدا نے تمہارے ذمے ڈالا ہے۔ جس کے واسطے تمہارا تن من بنایا ہے پورا نہ کرو گی۔ تو تمہارا پیدا ہونا کس کام آئے گا۔ اور وہ تمہارے ہر طرح سے خبر گیراں کیوں رہیں گے؟ لو خدا حافظ!

خاوند کا مرتبہ اور اس کی محبت

خاوند کیا ہے؟ یہ وہ نعمت ہے۔ کہ دُنیا بھر میں اس سے بڑھ کر عورت کے لئے اَور کوئی نعمت نہیں ہو سکتی۔ دُنیا کی جس قدر نعمتیں ہیں۔ وہ سب اسی کے ساتھ وابستہ ہیں قبلہ وکعبہ مولینا حالی کی مناجاتِ بیوہ تمہاری نظر سے گزری ہو گی۔ کس قدر درد کی بھری ہوئی کہانی ہے۔ جس کا ایک ایک مصرع دل پر چوٹ لگاتا ہے۔ اس کی حقیقت سے دراصل وہی بدنصیب عورت آگاہ ہو سکتی ہے۔ جو خدانخواستہ اسی طرح مصیبت زدہ اور دُکھیا ہو۔ خیال کرو۔ کہ دُنیا میں کس قدر نعمتیں ہیں۔ کھانا پینا۔ پہننا اوڑھنا ہنسنا بولنا کھیلنا کودنا۔ اُٹھنا بیٹھنا۔ ملنا جلنا۔ آنا جانا۔ کنگھی چوٹی۔ لاکھا مسّی۔ سرمہ کاجل۔ بناؤ سنگار۔ غرض جو کچھ ہے۔ سب اسی کے دم کے ساتھ ہے۔ اگر دو رپار وہی دم نہ ہو۔ تو دُنیا کی کُل نعمتیں اور زندگانی کا لطف اسی طرح در گور ہے۔ جس طرح ان نعمتوں کا بانی قبر کے اندر۔

میاں غریب ہو۔ ٹُولا ہو۔ لنگڑا ہو۔ بدصورت ہو۔ بدوضع ہو۔ غرض کیسا ہی ہو۔ پھر میاں میاں ہی ہے۔ اور بیوی اس کے دم قدم کی سلامتی سے سہاگن۔ جو جو نعمتیں اور ضرورتیں جیتی زندگی کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ وہ اگر پُرلطف اور مزے دار ہو سکتی اور نعمتیں کہلا سکتی ہیں۔ تو خاوند کے دم سے۔ اگر خدانخواستہ وہی دم نہ ہو۔ تو دُنیا کی سب نعمتیں خاک بلکہ خاک سے بدتر ہیں، لڑکی کے ماں باپ اور رشتہ دار چاہے کیسے ہی امیر کیوں نہ ہو لیکن اگر اس کو بھاگ ہے۔ تو امیر ہو چاہے فقیر۔ اپنے خاوند اور خاوند کی دولت سے ہے، ماں باپ کے دیئے کسی کا پورا نہیں پڑتا، عورت کو کسی چھاؤں میں وہ سُکھ نہیں ملتا۔ جو اس چتر کے سائے میں ملتا ہے، سُہاگ جس مُبارک شے کا نام ہے۔ وہ خاوند کی زندگی ہے اور اس زندگی سے سہاگ کا مِلتا جُلتا نام بھاگ ہے۔ خداوند کریم تم سمیت کُل عالم کی بہنوں کا سہاگ بھاگ بنا رکھے۔ اور ان کا اپنے پیاروں خاوندوں کے ہاتھوں سے اُن کے سامنے پردہ ڈھانکے۔ آمین ثم آمین۔ تم خود ہی سوچ سکتی ہو۔ کہ جس شخص سے

اس قدر اُمیدیں - خوشیاں اور دُنیا کی نعمتیں وابستہ ہوں - اس انمول جوہر کی جس قدر اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے کم ہے +

خاوند کی خوشنودی

خاوند کی خوشنودی کئی باتوں کی پابندی اور خیال سے ہو سکتی ہے - ہر ایک مرد کا جُدا جُدا مزاج اور جُدا جُدا مذاق ہوتا ہے - پس بُوا! تم کو سب سے اوّل یہ دیکھنا چاہیئے - کہ خاوند کس طرح اور کس طبیعت کا ہے + مگر یہ معلوم کرنا کچھ آسان کام نہیں - یہ بہت عرصے میں اور بہت غور کی دیکھ بھال سے ہی معلوم ہو سکتا ہے + بہتر ہو - کہ تم اپنے میاں سے کسی فرصت کے وقت روزمرہ کی ضرورتوں کی بابت خود پوچھ گچھ کر کے ایک یادداشت لکھ رکھو - اور پھر جوں جوں اپنے میاں کی طبیعت کا حال روز روز معلوم ہوتا جائے - وہ اس یادداشت میں بڑھاتی جاؤ + تم اوّل یہ معلوم کرو - کہ تمہارے میاں کو کس کس قسم کے کھانے زیادہ مرغوب ہیں - اور کس کس قسم کے پھل ترکاریوں - اور کن کن کھانوں کو وہ ناپسند کرتے ہیں +

اسی طرح اگر تم پوچھ گچھ کر کے لباس۔ اور گھر کی صفائی جنس
کے دینے دلانے۔ نوکروں کے ساتھ سلوک۔ غرض ہر باب میں ان
کے ہاں کا برتاؤ معلوم کر کے ان کی مزاج شناس بن جاؤ۔ تو جو
باتیں اکثر بہوؤں کو مہینوں اور برسوں میں معلوم ہوتی ہیں۔
وہ تمہیں دنوں اور گھنٹوں میں معلوم ہو جائیں گی۔ نہیں تو تم
کئی کئی دفعہ غلطیاں کھا کر اور شرمندگی اُٹھا کر خانہ داری سیکھو گی
جب شوہر کا مزاج معلوم ہو جائے۔ تو پھر اس پر چلنا اور اس کا
دل ہاتھ میں لانا کچھ مشکل نہیں ٭

دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ اکثر مرد صفائی پسند ہوتے ہیں لیکن نگوڑی
عورتوں کو صفائی کا بہت کم خیال رہتا ہے۔ جس سے مرد نہایت دلگیر
ہوتے ہیں۔ اور انہیں مَیلے کچیلے گھر اور میلی کچیلی بیوی کے پاس
بیٹھتے نفرت آتی ہے۔ پس بُوا! گھر کی صفائی اور سُتھرائی کا ہمیشہ خیال
رکھنا۔ اور ہر ایک چیز کو اپنی اپنی جگہ اور قرینے سے لگانا چاہیئے ٭

بعض مردوں کو زرق برق پوشاک اور چمکتا دمکتا زیور پسند
نہیں آتا۔ وہ بیوی کا صرف اُجلا۔ صاف۔ سُتھرا اور سادہ سودہ

رہنا پسند کرتے ہیں۔ اس میں خواہ سفید کپڑے ہوں۔ خواہ ہلکے صوفیانہ رنگے ہوئے۔ اگر واقع میں تمہارے خاوند کو یہی پسند ہوں اور تمہاری پسند اس کے خلاف ہو۔ تو پورا خاوند کی خوشنودی کے لحاظ سے تم کو بھی یہی رنگ ڈھنگ پسند کرنا چاہیئے۔ تم وہی پوشاک پہنو۔ جو تمہارا میاں پسند کرتا ہو۔ خواہ وہ تمہیں ایک آنکھ نہ بھائے۔ اگر تم نے ایسی پوشاک پہنی۔ کہ جسے پہن کر تمہارا دل تو خوش ہؤا۔ اور چند اَور بیبیوں نے بھی اس کی تعریف میں واہ واہ کی لیکن تمہارا میاں اُسے دیکھ کر خوش نہ ہؤا۔ تو تمہاری پوشاک ایسی ہو گی جیسے بے نمک کی ہنڈیا (یا سالن) تم ہرگز اسے اپنی خوشی اور دوسروں کی خوشی کو اپنا آرام اور خوشی نہ سمجھو۔ بلکہ جو چیز تمہارے خاوند کو پسند ہو اسی کی عادت ڈالو۔ جو ناپسند ہو اُسے چھوڑ دو۔ گو اپنی عادت چھوڑنے میں چندے تمہیں تکلیف اُٹھانی پڑے گی۔ مگر رفتہ رفتہ عادی ہو جانے کے باعث تمہیں اسی میں راحت اور خوشی ملے گی۔ تم خیال کرو۔ کہ انسان جتنا مالک حقیقی کی طرف جُھکتا ہے۔ اُتنا ہی اُس کا دل مالک نزدیکی سے مسرور اور شاد شاد ہوتا

چلا جاتا ہے۔ اسی طرح تم جس قدر مالک مجازی کی طرف جھکو گی۔
اسی قدر تمہارا دل اس کی خوشنودی سے ہشاش بشاش ہوتا جائیگا*

بعض شوقین مرد جب کبھی پردیس یا بازار جاتے ہیں تو بیوی
کے واسطے ضرور کوئی نہ کوئی سوغات لاتے ہیں۔ مرد چونکہ سادگی
پسند ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ تحفہ بھی اکثر سادہ سودہ ہی لاتے ہیں
اس کے برعکس عورتیں چونکہ سادی چیز پر خوش نہیں ہوتیں۔
اس سبب سے وہ کبھی کبھار تو سادہ تحفہ پسند کر لیتی ہیں۔ لیکن اکثر
تو ناک بھوں چڑھاتی اور ذرا خاطر میں نہیں لاتی ہیں۔ بلکہ بیوی
صاحبہ ناپسند ہونے کا اظہار اکثر ایسے الفاظ انداز میں کرتی ہیں۔
کہ جس سے خاوند کا شوق بھرا دل سُنتے ہی آزردہ اور افسردہ ہو
جاتا ہے۔ جس شوق اور خوشی سے وہ یہ چیز خرید کر لایا تھا۔ وہ سب
خاک میں مِل جاتی ہے۔ ایک تو خاوند کو بیوی صاحبہ کے ناخوش
ہونے کا افسوس ہوتا ہے۔ دوسرے لگی لگائی لاگت کے ضائع
ہونے کا صدمہ۔ پیاری بہن! جب تم دیکھو کہ تمہارا خاوند
تمہارے واسطے اپنی اُمنگ اور حُب سے اعلیٰ تو اعلیٰ ناچیز سی

سوغات بھی لایا ہے۔ تو اس کے اس تحفے کو بہت خوشی اور دلی شوق سے لو۔ اور اسے اپنے سر کا جھومر سمجھو۔

بعض وقت میاں کوئی خاص بات باہر سے سُن کر یا کتابیں پڑھ کر آتا ہے۔ تو بہت خوشی سے آگر بیوی سے بیان کرتا ہے۔ حسب اتّفاق بیوی بھی اُس سے آگاہ ہوتی ہے۔ تو میاں ابھی پوری بات کہہ بھی نہیں چکتا۔ کہ بیوی جھٹ بات کاٹ کر یہ ظاہر کرتی ہے۔ کہ میں اسے پہلے ہی جانتی تھی۔ اس طرح بات کاٹ دینا سخت عیب میں داخل ہے۔ اگر اس وقت تمہارے اور تمہارے خاوند کے سوا کوئی تیسرا آدمی اُدھر بیٹھا ہو تو تمہیں ہرگز ہرگز بات کاٹنی مناسب نہیں۔ لیکن اگر تم اور تمہارے میاں صرف دو ہی آدمی ہوں۔ اور تمہیں اپنے خاوند کے مزاج سے ناخوش ہونے کا خوف نہ ہو۔ تو اس صورت میں تمیز اور سلیقے سے جتا دینا کچھ مضائقہ بھی نہیں۔ لیکن اگر دو منٹ میں اپنے خاوند کی پوری بات صبر سے سُن لی جائے۔ تو کیا ہرج ہے۔ اِدھر تو ان کا دل خوش ہو جائے گا اُدھر اُن کی ناخوشی کا دھڑکا مٹ جائے گا۔

میاں اپنے ہاتھ سے کیوں کام کرتا ہے

یہ بات کچھ خاوند ہی پر موقوف نہیں۔ بلکہ خود ہم بیویوں کا بھی یہی حال ہے۔ کہ جو ماما گھر کا کام کاج اچھّا کرتی ہے۔ اُسے ہم بھی دل سے چاہتے اور نکمّی ماما کی نسبت اُسے زیادہ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اگر ماں کا پیٹ مثلاً بھائی بہن اپنے کہے کی نہ ہو۔ تو وہ بھی اپنے دل سے اُتر جاتی ہے۔ مثل مشہور ہے۔ کہ کام پیارا ہے۔ چام پیارا نہیں ؛

میاں جو اَوروں سے کام لیتا ہے۔ اس کے دو سبب معلوم ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ بیوی کے سر پر گھرداری اور بال بچّوں کا اتنا بوجھ ہوتا ہے۔ کہ وہ میاں کے سارے کام اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتی۔ یا دوسرے یہ کہ بیوی میں اتنی لیاقت ہی نہیں ہوتی۔ کہ وہ میاں کے سب کام اُس کی مرضی کے موافق کر سکے۔ لاچار میاں کو اَوروں ہی سے کام لینے کی ضرورت پڑتی ہے ؛ لیکن جن گھروں کے یہ ڈھنگ ہوتے ہیں۔ ان کے میاں بیوی ایک جان دو قالب

نہیں ہوتے۔ دونوں میں نفاق رہتا۔ اور اتفاق کوسوں بھاگ جاتا ہے۔ خاوند کا مزاج سامان میں نہیں رہتا۔ وہ چڑچڑا اور بدمزاج ہو جاتا ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر بگڑتا۔ ہفتوں بلکہ مہینوں بات چیت بند ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ تو بیوی کی اس بے توجہی سے بڑا خطرناک پہلو پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ یہ کہ جب میاں دیکھتا ہے۔ کہ بیوی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہتی ہے۔ اور میرا کوئی کام نہیں سمیٹتی تو ضد میں آکر دوسرا نکاح کر لیتا ہے۔

اور اگر یہ نہیں ہوتا۔ تو اس کے قریب قریب ایک اَور فساد کھڑا ہو جاتا ہے۔ وہ یہ کہ مرد اپنا کام اپنے کُنبے کی کسی عورت کے سپرد کر دیتا ہے۔ اور جب وہ دیکھتا ہے۔ کہ یہ نیک بخت بیوی کی نسبت زیادہ آرام دیتی ہے۔ تو اُس پر بعض خاص مہربانیاں کرنی شروع کر دیتا۔ اور اس کی عزت اپنی بیوی سے زیادہ کرنے لگتا ہے۔ جسے بیوی دیکھ دیکھ کر بھُنتی اور جل جل کر اپنا حال تباہ کر لیتی ہے۔

خاوند کی یہ قدردانی گو کیسے ہی پاک و صاف دل سے کیوں نہ ہو۔ مگر بیوی یہی جانتی ہے۔ کہ ہو نہ ہو میرے میاں کو اس سے ضرور

دلی محبت اور ارادہ نکاح ہے۔ حالانکہ یہ صرف بدگمانی اور محض خام
خیالی ہوتی ہے۔ لیکن اس بات کا وہ بتنگڑ ابن جاتا ہے۔ کہ اس سے
قریباً تمام خاندان میں جھگڑا پڑ جاتا ہے۔ اور گھر والوں کی جان عذاب
میں آجاتی ہے۔ میاں کی زندگی تلخ اور عزت پر بن جاتی ہے۔ اگر
بیوی ذرا غور کرے اور سوچے۔ کہ اس فساد کی جڑ کون ہے۔ تو اُسے
صاف روشن ہو جائے۔ کہ یہ سارا بس میرا ہی بویا ہوا ہے۔ نافرمان
اور پھوہڑ عورت کا نباہ دوسرے گھر میں ذرا مشکل ہی سے ہوا کرتا ہے۔
بس بُوا تم ان خرابیوں کا دھیان رکھ کر ایسا ڈھنگ اختیار
کرنا۔ کہ کہیں تمہارے دشمنوں کو بھی ایسے موقعے پیش نہ آئیں۔ جہاں
تک بنے اپنے میاں کا کام کلج اپنے ہی ہاتھ سے کرنا۔ اس سے تمہیں
کام کی عادت بھی رہے گی۔ اور اپنے میاں کی چاہیتی بیوی بھی بنی
رہو گی۔ یہی باہمی محبت میاں بیوی کے آرام کی بنیاد ہے۔ اس سے
دلوں میں گھر ہوتا ہے۔ جب بیوی میاں کا کہا کرتی یا اس کے کہنے
پر اس طرح عمل کر کے دکھاتی ہے۔ کہ جو کام کہا وہ اسی وقت خنداں پیشانی
سے کر دیا۔ تو اس سے اس کے خاوند کا دل ہاتھ بھر کا ہو جاتا ہے۔

اور وہ تمہارا دل سے قدردان ہو جاتا ہے +

خط پتّر

یہ بات بھی ہمیشہ یاد رکھنا۔ کہ جب کبھی رشتہ دار یا سہیلی وغیرہ کو خط لکھو۔ تو ہمیشہ اپنے میاں کو دکھا کر روانہ کرنا۔ اگر دیکھو کہ میاں کسی قسم کی خط و کتابت سے ناراض ہوتے ہیں۔ تو اس خط و کتابت کو جھٹ چھوڑ دو۔ اسی طرح جب تمہارے کسی عزیز کا خط تمہارے نام آئے۔ تو ہمیشہ وہ خط اپنے خاوند کو دکھا کر کھولو۔ خاوند کی چوری کبھی کسی کو خط نہیں لکھنا چاہیئے۔ خواہ وہ تمہارا کیسا ہی عزیز کیوں نہ ہو۔ یہ بہت بُری عادت ہے۔ اور اس سے صدہا خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جن کے باعث وہ بیوی اپنے میاں کی نظروں میں حقیر اور بے وقر ہی نہیں ہو جاتی۔ بلکہ دلوں سے اُتر جاتی ہے۔ ایسی ہی خود رائے عورتیں تو اُن کی تعلیم کا مردوں کو مخالف اور دشمن بناتی ہیں +

خط میں ساس نند یا کسی سُسرال والے کی چُغلی کبھی بھولے

سے بھی نہیں لکھنی چاہئے۔ کجا کہ میاں کی شکایت لکھی اور دوسرے گھر میں پڑھی جائے۔ ناسمجھ کم عمر لڑکیوں کا قاعدہ ہے۔ کہ جب کوئی ادنےٰ سی بات بھی سسرال میں ناگوار گزرتی ہے۔ تو وہ فوراً ماں بہن عزیزوں وغیرہ کو لکھ مارتی ہیں۔ یہ سراسر بے وقوفی اور بچپن کی خُو بلکہ چھچھورپن کی بُو ہے۔ جو عام لڑکیوں میں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اگر بچپن کے زمانے میں کوئی بچّوں کو کچھ کہے۔ تو بچّہ ماں سے فریاد کرتا ہے۔ ماں بچّے کی فریاد کی داد دیتی ہے۔ لیکن جب ماں باپ لڑکی کو بیاہ دیتے ہیں۔ تو پھر اس پر اُن کا کچھ زور نہیں چلتا۔ اور پھر نہ وہ اس کے فریاد رس ہی ہو سکتے ہیں + اب تو اگر فریاد رس ہو۔ تو خاوند ہی ہو۔ اگر وہ نہ ہو تو کوئی نہیں۔ ماں باپ یا کسی اَور ہمدرد کے آگے دُکھڑا رونے سے اگرچہ دل کی بھڑاس نکل جاتی ہے۔ مگر ماں باپ کو ناحق کا رنج اور جلاپا ہو جاتا ہے + جب یہ ظاہر ہے۔ کہ ماں باپ کا کچھ زور نہیں۔ بس نہیں۔ اور نہ وہ کچھ کر سکتے ہیں۔ تو پھر ایسی فضول اور لغو حرکت کرنے سے کیا حاصل ؟

گھروں میں بہتیری باتیں ہوتی ہیں۔ خدا نے شاید دُنیا میں

ایسا کوئی انسان پیدا نہ کیا ہوگا۔ جو یہ کہے۔ کہ میں خوش ہوں۔ اور مجھے کسی قسم کا فکر یا اندیشہ نہیں ہے۔ جو دنیا میں جو آیا ہے۔ خوشی اور رنج دونوں چیزیں خدا کی طرف سے ساتھ لایا ہے۔ لیکن ہے یہ کہ خوشی کے دن پھُرت گزر جاتے ہیں۔ اور غم کی ایک ایک رات قیامت اور ایک ایک گھڑی پہاڑ ہوتی ہے۔ جو کاٹے کٹتی ہے نہ مارے مرتی ہے۔ لیکن چونکہ خوشی کا دن بھی چار پہر کا ہوتا ہے۔ اور غم کی کالی رات بھی چار ہی پہر کی ہوتی ہے۔ آخر اپنے اپنے وقتِ مقررہ پر دونو گزر چلے جاتے ہیں۔ اس میں غم کی گھڑیاں خوشی والے کو کیسی ہی چھوٹی چھوٹی اور دکھیا کو کیسی ہی بڑی بڑی معلوم ہوں۔ لیکن وہ تو برابر اسی ایک چال سے جو خدا نے ان کے واسطے مقرر کر دی ہے۔ اپنا وقت پورا کر دیتی ہیں۔ نہ سدا خوشی کے دن رہتے ہیں۔ اور نہ ہمیشہ مصیبت کی سیاہ راتیں۔ پس آدمی کو مناسب ہے۔ کہ وہ ہر حال میں اپنے مالک حقیقی کا شکر کرے۔ اور صبر سے کام لے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ط یعنی میں ضرور صبر کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہوں۔

پس انسان کو چاہیئے۔ کہ اگر خدانخواستہ کوئی موقع رنج یا شکایت کا پیش آجائے۔ تو حتیّ الامکان اس کے رفع کرنے کی خود کوشش کی جائے۔ رنج وغم کی حالت کو زیادہ ترقی دینا یا اس میں چند اور عزیزوں کو شامل کر کے شریکِ رنج ومصیبت بنانا محض نادانی ہے۔

گو رنج اور ملال سے بن جائے جان پر۔
لیکن نہ لاؤ حرفِ شکایت زبان پر +

خدا کرے۔ کہ تمہیں کوئی ایسا موقع ہی پیش نہ آئے۔ جس سے تمہارے دل کو ملال اور میری اس نصیحت کا خیال ہو۔ خداوند کریم تمہیں ہمیشہ شاد اور خانہ آباد رکھے۔ آمین یا ارحم الراحمین +

خرچ میں اعتدال

مشہور ہے۔ کہ عورت کا خاوند مرد اور مرد کا خاوند روزگار یعنی مرد کما کر لائے۔ اور بیوی سُگھڑاپے سے اُٹھائے۔ گھر کا خرچ جزرسی اور کفایت شعاری سے اُٹھانا بیوی کا کام ہے۔ اور کما دھما کر دینا میاں کا فرض۔ پس بڑا ! روپیہ کو ہمیشہ اس طرح اُٹھانا۔ کہ

اس کی ایک کوڑی بھی بے جا صرف نہ ہو۔ کیونکہ وہ تمہارے سرتاج کے دماغ کو گھلا گھلا کر ہر ایک چیز سے اُسے ترسا ترسا کر حاصل یا جمع ہوتا ہے۔ تیس دن صبح سے لے کر شام تک تمہارے سر کے وارث کو دماغ کھپانا پڑتا ہے۔ جب جا کر کہیں پہلی تاریخ کو وہ روپے کی صورت دیکھتا ہے۔ یعنی ایڑی کا پسینہ چوٹی تک اور چوٹی کا پسینہ ایڑی تک آجاتا ہے۔ جب جا کر چار پیسے کی صورت نظر آتی ہے۔ تم خود بھی خیال کرو۔ کہ مرد کن کن مصیبتوں اور دقتوں سے جان مار مار کر۔ دن کو دن اور رات کو رات نہ جان کر روپیہ کماتے ہیں۔ اور پھر کس فراخ دلی سے لا کر سب کا سب بیوی کے سامنے رکھ دیتے ہیں، اگر بے رحم بیوی اس روپے کو مالِ مُفت سمجھ کر جگہ بے جگہ خرچ کرے گی تو خاوند کا دل اس بے اعتدالی سے ضرور کُڑھے گا۔ کیونکہ جس عرقریزی اور جانفشانی سے مرد روپیہ کماتے ہیں۔ اُن کا دل ہی جانتا ہے۔ اگر تم کو اپنے خاوند سے ہمدردی اور محبت ہو گی۔ تو اُس کی محبت کا اندازہ تم خود ہی کر لو گی۔ اور اس دولت کو اُس کے کمانے والے سے بھی زیادہ سوچ سمجھ کر خرچ کرنے والی بنو گی ؎

بعض لڑکیاں ایسی بھی ہوتی ہیں۔ کہ خاوند کی کمائی کی چیز اپنے میکے والوں یا اَور جان پہچان عورتوں کو میاں سے چھپا کر دے دیتی ہیں۔ یہ بہت ہی بُری عادت ہے۔ اس سے خدا جدا ناراض ہوتا ہے۔ اور خاوند کی چور جُدا بنتی ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ میاں کی ایک دمڑی بھی اس نیّت سے کہ میں میاں سے چُھپا کر دیتی ہوں ہرگز نہیں دینی چاہیئے۔ جو کُچھ دینے لینے کی ضرورت ہو۔ ہمیشہ خاوند سے پوچھ کر دو۔ گھر کے خرچ کے واسطے میاں جس قدر روپے دے اُس کا حساب لکھ کر پہلی تاریخ کو اُس کے آگے پیش کر دو۔ تاکہ اُس کا دل تمہاری کفایت شعاری۔ دیانت داری۔ اور معاملہ کی خوبی سے خوش ہو۔ اور وہ تمہیں اپنی آنکھوں کا نُور اور دل کا سرور سمجھے ؎

ریس

بعض عورتوں میں یہ بھی نکتوڑا ہوتا ہے۔ کہ انہیں اپنے گھر کی کوئی چیز بھلی نہیں لگتی۔ مگر دوسرے گھر کی بُری چیز بھی اچھی

معلوم ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے میاں کے سامنے اَور گھروں کی تعریف کرتی رہتی ہیں۔ کہ دیکھو اُنکی کا زیور کیسا اچھا ہے! ڈھکی کا مکان کیسا سُتھرا ہے! رفتہ رفتہ یہ عادت یہاں تک جڑ پکڑ جاتی ہے۔ کہ اَور عورتوں کے خاوند کی نسبت اپنا گھر والا بھی آنکھوں میں نہیں سماتا۔ جب دیکھو اپنے پرائے۔ آئے گئے سے اسی کا دُکھڑا رویا جاتا ہے۔ کہ دیکھنا بُوا ہمارے مردوے ہیں یہ عیب ہے ہمارے میاں میں یہ نقص ہے۔ بُوا رحمت بیگم کے خاوند کو دیکھو بیوی کے پاؤں دھو دھو کر پیتا ہے۔ غیر کی طرف نظر ڈالنا تو کیسا۔ حور کا بچہ ہو۔ تو اسے بھی نظر بھر نہ دیکھے۔ ایک ہمارے نکھٹو۔ غصیل جھلے تُند مزاج میاں صاحب ہیں۔ کہ جب گھر میں آئے۔ مُنہ سوجا ہوا۔ ماتھے پر بَل پڑے ہوئے۔ گویا ہماری جان اُنہیں کے ہاتھوں میں ہے۔ ہمارا ارمان یہی پورا کریں گے۔ ان کے نزدیک ہمارا کوئی مرا جیا ہے ہی نہیں۔ سب زمین کے پردے سے اُٹھ گئے۔ رزّاق ہیں تو یہ ہیں۔ اور توبہ توبہ خدا ہیں تو یہ ہیں۔ محبّت کا تو پرچھاوا نہیں پڑا۔ مگر جب اس بیوی کو جس کے آگے دُکھڑا رویا جاتا ہے

بُلا دکھایا جائے۔ تو وہ اسی عیب دار میاں کو ہزار ہنرمندوں کا ایک ہنرمند اور لاکھ محبت والوں کا ایک محبت والا بتاتی ہے اور کہتی ہے۔ کہ میرا خاوند اس کا پاسنگ بھی نہیں۔ تم ناحق صبر سمیٹتی ہو +

بعض جگہ جب کئی بیویاں آپس میں مل کر بیٹھتی ہیں۔ تو ایک کہتی ہے۔ کہ کاش میرے میاں بدصورت ہوتے۔ بدچلن ہوتے نکھٹو ہوتے۔ لیکن ایک ان کا مزاج سیدھا ہوتا۔ میں جانتی کہ میں نے سب کچھ بھر پایا۔ دوسری کہتی ہے۔ کہ میرے میاں احدی بندے ہوتے۔ شکل صورت۔ حسب نسب۔ لیاقت میں اچھے نہ ہوتے۔ مگر ایک بدچلنی کے پاس نہ پھٹکتے تو میں جانتی کہ میں نے سب کچھ بھر پایا + تیسری زبان پر لاتی ہے۔ کہ بُوا سارے عیبوں پورے ہوتے۔ مگر ایک نکھٹو نہ ہوتے۔ تو میں سب کو ڈھانک لیتی۔ اور وہ کرتی کہ سب میں میری ناک اُونچی رہتی + چوتھی صاحب فرماتی ہیں۔ کہ درگور ایسے مردوے جن میں ایک نہ ایک عیب ہو۔ کوار بیٹھا رہنا اپنی ناک چوٹی آپ گرفتار رہنا سب سے بہتر۔ نہ

اولاد کا جنجال نہ میاں کی بدمزاجی بے کمالی کا وبال۔ اپنے ہاتھ کا ہنر ہی میاں۔ ہنر ہی بچے۔ ہنر ہی سب ارمانوں کا پورا کرنے والا ہے۔ غرض کہ اسی طرح اگر دس بہنیں بیٹھی ہیں۔ تو دسوں کی تمنائیں جُدا جُدا ہیں۔ اور جو ہنر یا موجودہ چیز ہے۔ اُس پر ہرگز قناعت نہیں*

ایک گھر کا ذکر ہے۔ کہ وہاں ایک حلال خوری کمانے کو آئی۔ بی بی نے جو دیکھا۔ کہ اس کے ہاتھ میں نئی چوڑیوں کا جوڑا ہے تو پوچھا اُوئی نِگھڑیا آج تو نے یہ چوڑیاں کہاں سے پہن لیں؟ اس نے جواب دیا۔ کہ جی جورو کا خدمت گار کہیں باہر گیا تھا۔ وہاں سے لایا ہے۔ بس یہ سُنتے ہی بیوی کی تیوری چڑھ گئی۔ ماتھے پر سیکڑوں بَل پڑ گئے۔ آئیں تو جائیں کہاں؟ اس وقت تو دم کو لے رہیں۔ مگر جب کوئی موقع پیش آیا۔ اور میاں سے جھگڑا ہو گیا۔ تو چھوٹتے ہی میاں کو طعنہ دیا۔ کہ تم سے تو حلال خور ہی بہتر ہے۔ جو پردیس گیا تو اُسے یہ دھیان تو آیا۔ کہ بھرے میں خالی ہاتھ کیا جاؤں؟ سونا چاندی نہ سہی۔ اپنی بساط موجب بیوی کے لئے کانچ کی چوڑیاں ہی لئے آیا۔ تم سدا دلّی۔ لکھنؤ جاتے ہو۔ مگر

تمہارے دل میں کبھی یہ ارمان نہیں آیا۔ کہ لاؤ سونے کا نہیں
تو چاندی کا ہی ایک چھ پیسے کا سادہ کاری چھلا ہی خرید کر بیوی
کے واسطے لئے جاؤں ۔

سو بُوا اب تمہیں دیکھ لو۔ کہ جس بیوی کا خاوند لکھا پڑھا۔
لائق۔ کماؤ۔ خاندانی غرض ہر حالت میں بہتر تھا۔ مگر اس میں ایک
یہ عادت نہیں۔ کہ جورو کا مزدور بن کر جب آئے لدا پھندا آئے۔
یا وہ اگر ایسی باتوں کو بھول جائے۔ تو کیا اس ذرا سی بات
پر وہ اس سزا کا مستحق ہے۔ کہ اُسے مُنہ بھر کر حلال خور سے بھی
بدتر ٹھہرا دیا جائے؟ کیا اس ایک ادنےٰ بات نے میاں کی
خوبیوں پر خاک ڈال دی؟ اور وہ موئے گئے گزرے خاکروب
سے بھی بدتر ہو گیا۔ افسوس ہے۔ کہ ان باتوں کو بعض عورتیں
بالکل نہیں سمجھتیں۔ وہ ذرا ذرا سی تمناؤں پر اپنے خاوند کی اعلیٰ
درجہ کی صفتوں کو بالکل نظروں سے گرا اور دل سے اُتار دیتی
ہیں۔ انہیں یہ سُن کر بھی تو اپنے میاں کی قدر نہیں ہوتی۔ کہ
بیسیوں عورتیں اور سیکڑوں مردوے ایسے ہیں۔ جو ہمارے

میاں کی تعریف کرتے اور اُن کو اچھا سمجھتے اور بھلا کہتے ہیں۔ میں پوچھتی ہوں تو کیا یہ سب کے سب بے وقوف ہی ہیں؟ اور دنیا بھر میں یہ ہی ایک مزاج شناس ہیں۔ جنہوں نے ان کو پرکھا اور جانچا*

ایک اَور بہن کا یہ دستور تھا۔ کہ وہ ہمیشہ اپنے خاوند کو نام رکھتیں۔ اور یہ کہا کرتی تھیں۔ کہ تمہارے ہی ماں کے جائے بھائی ہیں۔ جن کی بیوی انہیں خطرے میں نہیں لاتی۔ اور وہ اس پر بھی بیوی کے پاؤں غلام ہیں۔ خوشامد کے مارے بچھے جاتے ہیں۔ اور سَو سَو طرح کے ناز اُٹھاتے ہیں۔ انہیں میں کے ایک تم ہو کہ مجھ سے جوتی کی نوک کو اچھا سمجھتے اور اس کی قدر کرتے ہو میری سار وہ جانے جو شریف جانثار ہو۔ تم بیچارے کیا جانو گے جنہیں آسانی سے ایک فرماں بردار باندی مل گئی ہے*

خدا کی شان ادھر تو ان کے میاں چل بسے۔ ادھر جیٹھانی صاحبہ رخصت ہوئیں۔ ان کے جیٹھ نے اپنی بیوہ بھاوج سے نکاح کرلیا۔ نکاح میں آتے ہی یہ حال ہؤا۔ کہ میاں کے جیتے جی جس جیٹھ کی تعریفوں کے پُل باندھتی تھیں۔ اب اسی میں کیڑے

ڈالنے اور ہزاروں عیب نکالنے لگیں۔ جہاں بیٹھتیں وہاں اسی غریب کا دُکھڑا روتیں۔ اور پہلے خاوند نے جو عیش کرائے تھے۔ انہیں یاد کرکر کے دھاروں روتیں۔ اور کہتیں۔ کہ ہائے تم چلے گئے۔ مجھے اپنے ساتھ نہ لے گئے۔ کاش تمہارے سامنے میں مرجاتی تو یہ جلاپا نہ اُٹھاتی۔ اب کسی کی آئی مجھے آجائے۔ تو یہ سمجھو۔ کہ گویا نئے سرے سے رِجلا جائے۔

سو میری پیاری بہن! جیتے جی انسان کی قدر نہیں ہوتی۔ دُنیا مردہ پسند ہے۔ وفاداریوں کو جفاکاریاں سمجھتے ہیں ؎

جیتے جی قدر بشر کی نہیں ہوتی بہنو۔
یاد آئے گی تمہیں اس کی وفا اس کے بعد

سچ تو یہ ہے۔ کہ انسان بڑا ناشکرا ہے۔ اگر خدا اچھی سے اچھی چیز بھی اس کو دے گا۔ تو ناک بھوں چڑھا کر لے گا۔ بلکہ اس پر قناعت نہ کرکے اس سے گھٹ کی چیز کو اس پر ترجیح دے گا۔ بس بوا! تمہیں اپنی موجودہ قسمت پر ہمیشہ صبر و شکر کرنا چاہیئے۔ اور دوسروں کے خاوندوں کی عادتوں پر کبھی اجی للچانا ہی نہیں چاہیئے۔ جس سے

آسمانی نکاح بندھا تھا۔ تمہارے ماں باپ نے خوب چھان بین کے تمہارے پلّے باندھ دیا۔ اب تم اُسی کو سب سے اچھّا سب سے اعلےٰ۔ سب سے نیک بخت۔ سب سے لائق خاوند جانو۔ اس کی تعریف میں اپنی تعریف اُس کی بُرائی میں اپنی بُرائی سمجھو۔ جسے ماں باپ نے قبول کیا۔ اُسے تم بھی قبول کرو۔ وہ تمہارے دشمن نہ تھے۔ کہ بدتر ڈھونڈ کر تمہارے سر منڈھ دیتے۔ ہر حال میں صابر و شاکر رہو۔ اور اس سلیقے سے دُکھ سُکھ میں بسر کرو۔ کہ آس پڑوس والے تمہارا سلوک دیکھ کر عش عش کریں ؏

نادار میاں

سُنو بہن! خدا نے دُنیا میں ہر ایک انسان کی قسمت اچھّی نہیں بنائی۔ بعض آدمی ایسے ہیں۔ جن کے کُتّے پلاؤ زردہ کھاتے ہیں۔ اور بعض بے چاروں کا یہ حال ہے۔ کہ نانِ شبینہ کے بھی محتاج ہیں۔ تن کو کپڑا ہے۔ تو پیٹ کو روٹی نہیں۔ پیٹ کو روٹی ہے۔ تو تن کو کپڑا نہیں۔ اس کا گلہ خدا سے کرنا چاہیئے۔ نہ کہ

اس بدنصیب کو الٹا ڈانٹنا اور ذلیل کرنا +

بیاہ شادی کی ایک ایسی عام رسم ہے۔ کہ امیر سے لے کر فقیر تک اس رسم کو نباہتا اور اچھے سے اچھا کرنا چاہتا ہے۔ جو نصیبے والی بیویاں ہیں۔ وہ امیر گھرانوں میں بیاہی جاتی اور دُنیا کے چین اُٹھاتی ہیں۔ اور جو آفت کی ماری بیچاری غریب گھرانوں میں جاتی ہیں۔ وہ اپنے میاں کی ناداری میں سے حصہ لے کر بھی بھلی طرح زندگی کے دن کاٹتی ہیں۔ اور جو بے وقوف بیویاں ہوتی ہیں۔ وہ آئے دن میاں سے جھلڑتی۔ اور آئے گئے کے آگے اس کی غریبی کا رونا روتی رہتی ہیں۔ لیکن رونا رونے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ میاں کے بس کی بات تو نہیں ہے۔ کہ وہ خود بخود امیر بن جائے اگر اپنا بس ہوتا۔ تو دنیا میں کوئی بھی نادار نہ رہتا +

میاں بیچارے کو ایک تو اپنی ناداری کا غم۔ دوسرے بیوی صاحبہ کا آئے دن کا چھینکنا اور ستم توڑنا ہے۔ غریب کا ناک میں دم آجاتا اور ایسا گھبراتا ہے۔ کہ کو ڑا کسی طرف نکل جاتا ہے۔ جب تک دم میں دم رہتا ہے۔ ایسی بیوی کی صورت جو بلا بن

پیچھے پڑی رہے۔ آپ دیکھتا ہے نہ اپنا ہی مُنہ اُسے دکھاتا ہے۔
بیوی کو پتہ تک نہیں دیتا۔ اور اپنا بے ٹھکانے مزار بنا لیتا ہے۔
اس وقت بیوی کو اس نکھٹو کی قدر ہوتی ہے۔ ادھی ادھی کے
سودے کو محتاج۔ کوڑی کوڑی کو حیران رہتی ہے۔ بعض عالی ہمت
ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ اگر دیس میں کچھ کمائی نہیں ہوتی۔ تو پردیس
میں کالے کوسوں چلے جانے سے بھی انہیں عذر نہیں ہوتا۔ افریقہ
چین۔ برہما جہاں بھیجو۔ انہیں انکار نہیں۔ موقع ملتے ہی وطن کو
خیرباد کہ روانہ ہو جاتے ہیں۔ ان دور دراز ملکوں میں جا پڑتے
اور کما کما کر بیوی بچّوں کے واسطے روپیہ پر روپیہ بھیجے جاتے ہیں
اور اپنی ساری جوانی کو پردیس میں گزار دیتے ہیں۔

اپنا مُردہ ویران ہونے کی پروا اُن کو نہیں ہوتی۔ دکھ بیماری
کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ وقت بے وقت اور خلاف مرضی کھانا یا نہ
ملنے کی شکایت وہ نہیں کرتے۔ پانی راس آئے یا نہ آئے۔ روٹی
انگ لگے یا نہ لگے۔ ان کو پیٹ دھندے بیوی کے گہنے پاتے کی
پڑی رہتی ہے۔ بیوی یہاں اللوتللوں میں سب کچھ چاٹ چوٹ کھڑی

ہو جاتی ہیں۔ لوگ تو کہتے ہیں۔ تنگی گئی فراخی آئی۔ میں کہتی ہوں فراخی نہیں آئی۔ بلکہ ایک چھوڑ دو تنگیاں جمع ہو گئیں۔ خاوند کی جدائی اور مشرقین کا فاصلہ پہلی تنگی ہے۔ اور چار روز چین چان کے گزار کر پھر وہی خرچ کی بلوں بلوں دوسری تنگی۔ بچے باپ کی صورت کو ترستے ہیں۔ باپ بچوں کو یاد کرتا اور دل کو مار کر بیٹھ رہتا ہے۔ میں پوچھتی ہوں۔ کہ روپیہ ہوتا کس واسطے ہے یہی نا۔ اچھا کھائے۔ اچھا پہنے۔ ہر طرح کی ضرورتوں کو پورا کرے اور دل بہلائے ؛ لیکن بیوی میری۔ اچھا کھانا اور اچھا پہننا بھی جب ہی زیب دیتا ہے۔ جب میاں گھر پر ہو۔ ورنہ وہی مثل ہوتی ہے۔ کہ جنگل میں مور ناچا۔ کس نے دیکھا۔ اگر تم بیمار ہو تو میاں پاس نہیں۔ اور جو میاں علیل ہو تو اسے تمہارے آنے کی آس نہیں۔ کالے کوسوں کا فاصلہ بیچ میں ہے۔ نہ وہ تمہاری تکلیف کا ساتھی اور نہ تم اس کے دکھ سکھ کی شریک۔ اگر خدانخواستہ اجل کا پیغام آن پہنچے۔ تو دل کی دل ہی میں رہ جائے۔ اور وہاں کا وہیں کام تمام ہو جائے ؛

اس میں شک نہیں۔ کہ مرد کمانے دھمانے اور بیوی کو راج رجانے ہی کے واسطے ہوتے ہیں۔ اور دیس پردیس جہاں نوکری ملے۔ وہیں چلا جانا چاہیئے۔ لیکن زیادہ دولت کے لالچ سے خواہ مخواہ میاں کو غریب الوطن بنا کے شہر بدر کر دینا بھی کچھ عقل مندی کی بات نہیں ہے۔ بلکہ تمہیں لازم ہے۔ کہ تم اُس کے دُکھ سُکھ کی شریک بنو۔ اگر چار پیسے وہ کمائے۔ تو دو پیسے تم بھی اپنے دسوں ناخنوں کی دستکاری سے پیدا کرو۔ جس سے خاوند کی کیا کہ تمہاری ہی آمدنی بڑھے۔ گھر کی رونق زیادہ ہو۔ بیوی کا سلیقہ میاں کا طریقہ چار شریکوں میں آبرو والا بنا کر بٹھائے۔ ہر ایک عزت کرے۔ اور خوشی سے بُلائے۔

بعض بیویاں میاں کے ہوتے محنت مزدوری کرنی عیب سمجھتی ہیں۔ اور شوہر کے لئے موجب بدنامی جانتی ہیں۔ لیکن بُوا!! محنت مزدوری میں کوئی عیب نہیں۔ عیب ہے چوری کرنے میں۔ عیب ہے کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے میں۔ عیب ہے کسی سے قرض دام لے کر اپنی ضرورت نکالنے میں۔ آنکھوں کا تیل نکال کر

ہاتھ پاؤں ہلا کر چار پیسے پیدا کرنے میں کا ہے کا عیب ہو گیا۔ جب ان باتوں سے عورتیں نہیں چوکتیں۔ تو پھر محنت مزدوری جیسی حق حلال کمائی میں کیوں عیب لگاتی ہیں؟ اگر ایسی ہی ناک والی ہو تو خیر کھُلم کھُلا مزدوری نہ کرو۔ اپنی کسی ملاپ دار۔ ہمدرد۔ دلسوز راز دار بیوی سے اپنی بے شغلی کا حال کہو۔ اور انہیں صاف جتا دو کہ خالی بیٹھے میرا جی گھبراتا ہے۔ اچھی تمہیں کسی کی سلائی کڑھائی لا دیا کرو۔ سینا پرونا مجھے آتا ہے۔ کاڑھنا میں جانتی ہوں۔ گلوبند اور دستانے میں بُنتی ہوں۔ ٹوپیاں میں بنا سکتی ہوں جو کام تمہیں ملے لا دیا کرو۔ تمہارا بڑا احسان ہو گا۔ اس میں سے تمہیں بھی پان کھانے کے واسطے کچھ دیا کروں گی ؛

باہر پھرنے والیاں بیسوں گھروں میں آتی جاتی رہتی ہیں۔ اپنا فائدہ دیکھ کر آپ سے کہیں سے سلائی۔ کہیں سے کڑھائی وغیرہ تمہیں لا دیں گی۔ شریف بیویوں کی طرح گھر کی چار دیواری میں بیٹھے بیٹھے چار پیسے چلتے ہاتھ پیروں کی بدولت ہو جائیں گے۔ تو کیا بُرا ہے۔ ایک وقت کا نون تیل ہی چلے گا۔ غرض سُگھڑ اور سلیقہ دا

بیویاں دل پر رکھیں تو ہر طرح اُجلی گزران کر سکتی اور رشتے کُنبے میں ناک اُونچی کر کے بیٹھ سکتی ہیں۔ بلکہ بعضی سمجھ دار بیویاں تو ایسے چلن سے چلتی ہیں۔ کہ اپنے گھر کی دُگنی آمدنی والوں سے بھی اُجلی نظر آتی ہیں؀

ساس سُسرے کی خدمت اور سُسرال والوں سے برتاؤ کی حکمت

بُوانم ہمیشہ اپنی ساس سُسرے کی خدمت کرنا۔ اور اُن کو خوش رکھنا۔ کیونکہ ان کا رتبہ بہت بڑا ہے۔ تمہیں خیال کرو۔ کہ جس درخت کی چھاؤں میں تم بیٹھتی ہو۔ وہ بوٹا تمہارے ساس سُسرے ہی کی خدمت سے نشوونما پاکر پروان چڑھا ہے۔ یہ خوشنما پودا اُنہیں کا لگایا ہوا ہے۔ اور ان ہی نے اس نونہال کی پرورش کی۔ اور اُسے پالا پوسا ہے۔ جب وہ ہر طرح سے لائق یعنی کماؤ دھماؤ ہو گیا۔ تو انہوں نے اس کی چھاؤں میں آرام لینے کو تمہارے سُپرد کیا۔ اب خداوند کریم اس کا سایہ تمہارے سر پر قائم رکھے۔

اور تم سمیت اس کو ہرا بھرا پھُولا پھلا رکھے۔ آمین +

تم خود ہی جانتی ہو۔ ایسے محسُن اور ایسی محسُنہ کی خدمت چو چند روزہ مہمان ہیں۔ تم پر کس قدر واجب ہے۔ تمہارے رؤیں رؤیں کو ان کا شکر گزار ہونا اور اپنے حُسن خدمت سے ان کو خوش رکھنا چاہیئے + تم ان ناشکری نالائق بہنوں میں سے ہرگز نہ ہونا جو اپنی ساس کو اپنا خدمتی سمجھ لینی۔ اور اُن سے گھر کا سارا کام کاج کراتی اور اپنے بچے پلواتی ہیں + تم اگر اپنی ساس کو کوئی کام کرتے دیکھو تو جھٹ دوڑ کر ان کے ہاتھ سے وہ کام لے لو۔ اور خود اپنے ہاتھ سے کر کے ان کی خدمت بجالاؤ۔ تمہارے میاں اگر تمہارے ہاتھ میں تنخواہ دیں۔ تو تم ادب سے اپنی ساس یا خُسر کے سامنے رکھ دو۔ اب اُنہیں اختیار رہے۔ خواہ تمہیں صرف کرنے اور گھر میں اُٹھانے کی اجازت دیں۔ خواہ اپنے ہاتھ سے صرف فرمائیں۔ تم اپنے آپ کو۔ اپنے خاوند کو۔ اُس کی دولت کو اپنی ساس سُسرے کی دولت تصوّر کرو۔ ان باتوں سے تمہارا ساس سُسرے کے دل میں گھر ہوگا۔ وہ تمہاری وقعت بڑھائیں گے۔ تم سے خوش

رہیں گے۔ اور تمہارے پاؤں دھو دھو کر پئیں گے۔ ساس سُسرے تو چراغِ سحری ہیں۔ گھر بار اوّل آخر تمہارا ہی ہے۔ اور تم ہی اس کی مالک ہو +

میں نے بعض گھروں میں دیکھا ہے۔ کہ بوڑھی ساس سے ماماگیری اور انّا کا کام لیا جاتا ہے۔ یہ بہت ہی نامناسب بات ہے + اگر ایسی خدمت اُن کے سپرد کی بھی جائے۔ تو اُن کے آگے کوئی اَور ماما رکھ دی جائے۔ جس سے وہ کام لے سکیں + جس طرح ضعیف العمر ساس نند سفید کپڑے پہنے۔ تخت پر جانماز بچھائے بیٹھی عبادت الٰہی ہی کرتی زیب دیتی ہیں۔ اسی طرح لڑکیاں اور بہوئیں اُن کی خدمت اور گھر کا انتظام کرتی بھلی معلوم ہوتی ہیں + جب وہ ضعیف ہو جاتی ہیں۔ تو انتظام خانہ داری کا زمانہ گزار چُکتی ہیں۔ اب تو وہ صرف خدا کی خدمت اور بندگی بجا لانے اور تمہارے واسطے دُعا مانگتے رہنے کے لائق ہو جاتی ہیں +

بعض بہوؤں کے ساس سُسرے زندہ نہیں ہوتے۔ سُسرال کے اَور عزیز و اقارب ہوتے ہیں۔ پس اُن کو چاہئے۔ کہ سُسرال میں

جو اَور بڑی بُوڑھی بیویاں قابل تعظیم ہوں۔ اُن کی عزّت واطاعت کریں۔ ساس نند کے علاوہ اَور سسُرال والوں کو بھی خوش رکھنا اور اُن کا دل ہاتھ میں لینا تمہارے واسطے مفید ہو گا۔ اور تمہیں ہر دلعزیز بنائے گا۔ اپنی چھوٹی نند یا دیوار سے حُسن سلوک سے پیش آنا۔ ہر ایک سے میٹھی باتیں کرنا۔ دُنیا میں دوسرے کے دل کو مُٹھی میں کرنے کی اگر کوئی ترکیب ہے۔ تو بس میٹھا بولنا ہی ہے ؎

اخلاق ایک لطف الٰہی کا تاج ہے۔
ہو جس کے سر پہ اُس کا زمانے میں راج ہے

جب تم لوگوں کی عزّت کرو گی۔ اور اُنہیں چاہو گی۔ تو لوگ تمہاری بھی عزّت کریں گے۔ اور تمہیں چاہیں گے۔ خدا نے تمہیں مقدور دیا ہے۔ تو اپنی حیثیت بموجب خاوند کے اُن کے رشتہ داروں کی جو غریب ہوں۔ مدد کرو۔ دُنیا کا دستور ہے۔ کہ جس کُنبے میں بیٹا ہوتا ہے۔ اُس کُنبے والے بیٹے پر بڑے بڑے دعوے اور امیدیں رکھتے ہیں۔ لیکن قسمت سے ایسے بیٹے بہت کم ہوتے ہیں۔ جو اپنے

عزیزوں سے کچھ سلوک کریں۔ اور ان کے آڑے وقت کام آئیں۔ اگر خوش قسمتی سے کوئی ایسا ہونہار لڑکا ہؤا بھی۔ تو بعض بہوئیں ایسی کل مُنھی آتی ہیں۔ کہ وہ شوہر کو کسی اپنے عزیز سے اچھا سلوک کرتے دیکھ کر جل بھن جاتی ہیں۔ اور بلا سی خاوند کے پیچھے پڑجاتی ہیں۔ آخر میاں بیچارے آئے دن کے جھگڑوں سے تنگ آکر اپنے بوڑھے ماں باپ کے حقوق کی طرف سے اپنی آنکھیں بند کرلیتا ہے۔ پھر اگر وہ ماں باپ کو ناخوش کرکے اُن سے علیحدہ ہوتا ہے۔ تو گویا خدا اور رسول کو ناخوش کرتا اور بہشت سے جُدا ہوتا ہے ؎

خوشی ماں باپ کی اولاد کی بخشش کی صورت ہے۔
کہ پاؤں کے تلے ماں باپ کے کہتے ہیں جنت ہے،

سو بُوا یہ بہت بُری عادت ہے۔ کہ ہوتے ساتے اپنے نادار حق دار عزیزوں کی خدمت نہ کی جائے۔ خدا نے دیا ہے۔ تو اپنی حیثیت بموجب کھانا کھلانا۔ پہننا پہنانا۔ دینا دلانا سب میں ناک اُونچی کرتا اور اڑدو اڑدو ہونے سے بچاتا ہے۔ کنجوس مکھی چوس نہ بنو۔ اور نہ ایسی دان وتار کہ خود فاقوں مرو۔

میاں بیوی کی یکدلی

میری پیاری بہن شادی ایک عام رسم کا نام ہے۔ جسے ہر ایک چھوٹا بڑا جانتا ہے۔ یہ رسم سدا سے چلی آتی ہے۔ ہر ایک جوان لڑکی اور ہر ایک جوان لڑکے کے واسطے ایک نہ ایک دن ایسا آتا ہے۔ کہ اُن دونوں کی گردن پر دُنیا کی گاڑی کا بھاری جُوا رکھ دیا جاتا ہے جس سے میاں بیوی کی طرح زندگی بسر کرنے لگتے ہیں۔ دُنیا کا دستور ہے۔ کہ روزمرہ کی باتوں پر کچھ غور نہیں کیا جاتا۔ ہاں اگر کوئی انوکھی بات ہو تو اُسے البتہ سوچتے ہیں۔ بیاہ شادی کی رسم چونکہ کوئی نئی اور انوکھی رسم نہیں۔ اس لئے اس رشتے پر کوئی غور نہیں کرتا۔ اور یہ نہیں سمجھتا۔ کہ اس رسم کے ادا ہونے کے بعد ہم کیا سے کیا بن جائیں گے۔ بلکہ سرسری طور پر صرف یہ دیکھ لیتے ہیں۔ کہ اس رسم کے بعد جو کچھ زمانے کے اَور لوگ ہو جاتے ہیں۔ وہی ہم بھی ہو جائیں گے یعنی میاں بیوی اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ ہندو مسلمان وغیرہ دُنیا کی جو قومیں ہیں سب کے لڑکے لڑکیاں شادی کے بعد میاں بیوی بن جا

ہیں لیکن یہ بھی تو سمجھنا چاہیئے۔ کہ ماں باپ بہن بھائی دیگر عزیز و اقارب وغیرہ کے رشتوں کے مقابلے ہیں یہ رشتہ کس قسم کا رشتہ ہے؟ اگر غور سے دیکھا جائے تو میاں بیوی کا رشتہ بالکل ایک جدا اور انوکھا رشتہ ہے۔ جو سب عزیزوں کی محبّت سے علیحدہ ہے۔ اگلے زمانے والوں کو حال کے زمانے والے بھولے اور سیدھے آدمی کہا کرتے ہیں۔ مگر جب ذرا غور سے دیکھتے اور سوچتے ہیں۔ تو وہی ہم سب سے زیادہ عقیل اور سمجھ دار معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس رشتہ جوڑنے کے جو جو نام اور شگون انہوں نے تجویز کئے ہیں۔ اُن ناموں اور شگونوں سے صاف ظاہر ہے۔ کہ بیٹا بیٹی کے بیاہ شادی کی رسم کو انہوں نے کُل رسموں سے اونچا سمجھا۔ اور اس رشتے کے جوڑنے میں بڑی شان و شوکت ظاہر کی ہے۔ جو اور کسی رشتے کے جوڑنے میں نہیں پائی جاتی۔ آج کل کا وہ زمانہ ہے۔ کہ خدا کے فضل سے سب لڑکے لڑکیاں پڑھی لکھی دست و قلم اور لائق ہیں۔ ایسی باتوں کو خود سوچ اور سمجھ سکتے ہیں۔ خیال کرو تو اس رشتے سے عجیب خدا کی قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ اُس نے میاں بیوی میں جو تھوڑے دنوں پہلے

بالکل اجنبی اور غیر تھے۔ دو بول پڑھوانے سے ایسی بے نظیر
محبت کی زنجیر کیونکر گلے میں ڈال دی؟ لیکن یہ سب اُس خالق
کی قدرت کے کرشمے ہیں۔ کہ وہ دو اجنبی دلوں کو جوڑ کر ایسا ملا دیتا
ہے۔ جیسے ناخن اور گوشت۔ پس میاں بیوی کو بھی چاہیئے۔ کہ وہ آپس
میں ایسے ایک دل اور شیر و شکر ہو جائیں۔ کہ ان پر یہ مقولہ ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی۔
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری ؛

صادق آجائے۔ بیوی اگر دماغ ہے۔ تو اس کا خاوند اس
کی طاقت اور خیالات کا مجموعہ ہے۔ بیوی اگر پھول ہے۔ تو خاوند اس
کی خوشبو۔ بیوی اگر آنکھیں ہے۔ تو میاں اس کی بینائی۔ اور
آنکھوں کا نور ہے۔ بیوی اگر دل ہے۔ تو خاوند دل کی کنجی اور پوری
آرزو ہے۔ پس جب ایسی یک دلی اور یک جہتی ہو۔ تو کب مناسب
ہے۔ کہ بیوی اپنے میاں سے کوئی بات اپنے سینے کے گنجینے میں
چھپائے اور دبائے رکھے۔ غرض کوئی راز ایسا نہ ہو جو میاں بیوی
میں چھپا رہے۔ بیوی کو مناسب ہے۔ کہ وہ اپنے سینے کو خاوند کا

سینہ تصور کرے۔ اور خاوند اُسے اپنا امانت دار خزانچی جانے۔ کیونکہ بعض موقعے ایسے بھی آجاتے ہیں۔ کہ حالت اخفا میں دونو کو جانی اور مالی نقصان پہنچا دیتے ہیں۔ جس کی سیکڑوں نظیریں دُنیا میں موجود ہیں ٭

شوہر کی غیبت

بعض بیویوں میں ایک یہ بھی بُری عادت ہوتی ہے۔ کہ وہ آئے گئے اپنے پرائے کے سامنے جب ہوں گی۔ اپنے خاوند کا چھینکنا چھینکنے بیٹھ جائیں گی۔ اور جہاں تک بنے گا اُس کی بدیاں ہی کئے جائیں گی۔ کبھی اُس کی ناداری کا رونا روئیں گی۔ کبھی اُس کی بدچلنیوں کا پیٹنا پیٹیں گی۔ کیونکہ جس سے دل نہیں ملتا۔ تو اُس کے ہنر بھی عیب ہی نظر آتے ہیں۔ اور وہی کہاوت ہوتی ہے۔ کہ بد اچھا۔ بدنام بُرا۔ میاں چاہے ہزار جان سے نثار ہو۔ بیوی کا ذرا دُکھ نہ دیکھ سکے ہر طرح سے اس کا دل رکھے۔ مان گون پورا کرے۔ مگر چاہو کہ بیوی کو ایک آنکھ بھائے سو بجھیر۔ پھر نباہ ہو تو کیونکر ہو۔ اور باہم حسن سلوک

ہو تو کس طرح۔ غیبت سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ غیبت کا نام بدی اس واسطے ہے۔ کہ تمام جہان کی بدیوں اور بُرائیوں کی جڑ ہے۔ تو غیبت ہے۔ غیبت کرنے والے سے خدا خوش نہ رسول خوش۔ اور خاص کر خاوند کی غیبت تو دُہرا گناہ ہے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ غیبت سے فائدہ تو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ مگر دشمنی ضرور بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ جو عادت پڑ جاتی ہے۔ اُسے خدا ہی چھڑائے تو چھُوٹتی ہے۔ ورنہ وہی مثل ہو جاتی ہے۔ کہ آئی ہے جان کے ساتھ۔ جائے گی جنازے کے ساتھ۔ ہاں ایسی عیب چینیوں سے ہٹ اور ضد اگر عیبوں میں ترقی ضرور ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جن بیویوں کے آگے یہ رونا رویا جاتا ہے۔ خیر سے وہ بھی عقل کی پوری ہی ہوتی ہیں۔ اگر بیوی صاحب ایک عیب بیان کریں گی۔ تو وہ اس میں شاخیں نکال کر دس عیب شمار کرا دیں گی۔ اس سے بیوی بہو کو اور بھی آگ لگے گی۔ اُن کی خاصی دل لگی۔ اور اُن کی مرن ہو جائے گی۔ لو اور غیبت کرو۔ دیکھا غیبت کا مزہ ۱۰

کبھی کہیں گی۔ کہ اچھی! ایسے میاں کی کمائی کھانے سے تو کوئی

دھندا کر کے پیٹ پالنا ہزار درجے بہتر ہے۔ دوسری کہتی ہے۔ کیوں یہ کوئی نگوڑی ناٹی ہیں۔ خدا رکھے ان کے باپ بھائی کو۔ کوئی نہیں ان کی روٹی دو بھر ہو سکتی ہے۔ بس بُوا اس گھر کو سلام کرو اور اپنا میکا بساؤ۔ اس نگوڑی آئے دن کی دانتا کِل کِل سے تو بچو گی۔

اس کے سوا بعض ایسی پیٹ کی ہلکی ہوتی ہیں۔ کہ اُن کے پیٹ میں بات ہی نہیں پچتی۔ یہاں سے تمہارا دُکھڑا اُسنا۔ اگلے گھر گئیں۔ وہاں جا من دعن بلکہ دو چار باتیں اَور اپنی طرف سے بھی لگا دُہرا دیا۔ جہاں تک بنا۔ میاں بیوی کی خوب خاک اُڑائی۔ اُوپر والوں نے سُنا۔ اُن کے ہاتھ ایک بات آئی۔ میاں بیوی دونوں کا خاکہ اُڑایا۔ اُڑتی اُڑتی یہ بات میاں کے کانوں تک بھی پہنچی۔ وہ اَور زیادہ بھڑکا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ گھر میں عورتوں کا آنا بند ہو گیا۔ اب بیٹھے ایک ایک کی صورت کو ترسو۔ دیوار پاکھوں سے باتیں کرو۔ اور اُنہیں سے سر پھوڑو ؛

سو پچاس میں مشکل ہی سے کوئی بیوی ایسی عقل مند نکلتی ہے کہ اس کے سامنے جہاں کسی عورت نے اپنے خاوند کا دُکھڑا رو دیا۔

اور اُس نے ہاں میں ہاں ملانے کے برخلاف اُلٹا بیوی بنّو کو یہ سمجھایا - کہ بُوا صبر کرو - صبر کا اجر بڑا ہے - میاں کی خدمت گزاری اور فرماں برداری سے نہ چوکو - اس میں دین و دُنیا کی بھلائی ہے - ورنہ جس کے آگے اپنا دکھ روؤ گی - وہ یہی صلاح دے گی - کہ بوا ایسے مردوے کا مُنہ کلواؤ - نمک پڑھوا کر کھلواؤ - سرہانے تعویذ رکھو جب زبان بند ہو گی - آج زبان چلائی - کل کو جوتی اُٹھائے گا - نوج کوئی ایسے کے پلّے بندھے - فلانے سیانے کا تعویذ ایک پر ایک ہے - وہاں نہ جاؤ - تو پیر غیب کی درگاہ پر چلو - یہ بھی نہ ہو سکے - تو اُلّو پکڑوا منگاؤ - میاں کو اس کا گوشت کھلاؤ اور دھویا دھایا اُلّو بناؤ - گُم صُم بیٹھا رہے گا ۔

ایسی ایسی باتوں کو سُن کر عجب نہیں - کہ تمہارا ایمان بھی ڈانواں ڈول ہو جائے - اور بیٹھے بٹھائے کفر و شرک میں مبتلا ہو - اور خدانخواستہ جو کہیں میاں کے کان میں اس کی بھنک پڑ جائے تو رہی سہی اُس کی نظروں سے ایسی گِرو کہ پھر آ ٹھائے نہ اُٹھو ۔ بس بُوا خدانخواستہ کبھی تمہیں ہی ایسا موقع پیش آئے - کہ

تمہارا دل خاوند کی کسی بات سے پھر جائے۔ تو اُسے حلم اور صبر کے ساتھ انگیزو۔ اور جو ایسا ہی دل دُکھی ہو جائے۔ کہ اُس کا شکوہ زبان پر لائے بغیر نہ رہا جائے۔ روکو تو پیٹ پھوٹ جائے۔ اور کہو تو صبر آ جائے۔ پس ایسی حالت میں اپنی کسی سچی اور دلسوز سہیلی سے جس کے پیٹ کا ہاضمہ بھی اچھا ہو۔ ہر ایک بات کو بھی بچا سکے بیان کر کے دل ہلکا کر لو۔ اُسی سے صلاح لو۔ اُسی سے مشورہ کر لو۔ اُسی سے تدبیر پوچھو۔ نہ تقدیر پر رہو۔ نہ کسی دلی۔ پیر پر۔ اُسے ہر طرح تمہارا درد ہو گا۔ وہ جو کچھ نیک صلاح دے گی۔ وہ تمہاری بھلائی کا باعث ہو گا۔ جس سے تمہارا غصہ بھی دھیما ہو جائے گا۔ اور تمہا بھی ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ تیزی۔ سختی۔ ہٹ اور درشتی سے کام بنتا ہوا بگڑ جایا کرتا ہے۔ میاں بیوی کے جو کچھ آپس کے جھگڑے ٹنٹے ہوں۔ انہیں ایسا دبانا چاہیئے۔ کہ دوسرے کانوں کان خبر نہ ہو۔ وہ مثل ہو کہ اندر کا گھاؤ رانی جانے یا راؤ۔ اگر ایسا نہ کرو گی۔ تو اپنی جگ ہنسائی اور رسوائی کے سوا دوسرا نتیجہ نہ دیکھو گی۔

میاں بیوی کی شکر رنجی

میاں بیوی میں کبھی نہ کبھی ایسا موقع بھی پیش آجاتا ہے۔ کہ جس سے ایک دوسرے کے دل میں کسی قسم کی شکر رنجی پیدا ہو جاتی ہے۔ مثل مشہور ہے۔ کہ جہاں دو برتن ہوتے ہیں۔ وہ کھڑک بھی جاتے ہیں، اکثر لحاظ یا کسی اَور سبب سے یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ وہ رنج ایک دوسرے پر ظاہر نہیں کیا جاتا۔ بلکہ دل ہی دل میں پالا جاتا ہے۔ جس سے دلوں میں کدورت بیٹھ جاتی اور وہ بڑھتے بڑھتے ایک پہاڑ ہو جاتی ہے۔ پھر اس کا کاٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔ سو بُوا میاں بیوی کے واسطے یہ طریقہ اچھا نہیں۔ کیونکہ

رکاوٹ خوب نہیں طبع کی روانی میں۔
کہ بُو فساد کی آتی ہے بند پانی میں،

پس اگر خدانخواستہ میاں بیوی میں یہ موقع پیش آئے۔ تو اُس کو فوراً ظاہر کر دینا چاہیئے۔ بلکہ سب سے بہتر تو یہ ہے۔ کہ کبھی کبھی میاں سے پُوچھ لیا کریں۔ کہ اگر تمہیں میری نسبت کچھ شکایت ہو۔

تو مجھے اس سے آگاہ کردو۔ تاکہ میں اس شکایت کو تمہارے دل سے دُور کردوں۔ اور پھر ایسا موقع ہی نہ آنے دوں، اگر کوئی بُرائی کسی غلط فہمی سے میاں کے دل میں بیٹھ گئی ہو۔ تو نہایت ادب سے مہذبانہ الفاظ میں کسی مناسب موقع پر سمجھا دینا چاہیئے۔ تاکہ وہ واقعی امر سے آگاہ ہو کر غلط خیال کو دل سے نکال دے۔ اگر ذرا ذراسی بات کو دل میں چھپا رکھا جائے۔ تو وہی رنجش بڑھتے بڑھتے بڑھتے بڑے درجے کو پہنچ کر خراب نتیجے پیدا کرتی ہے یعنی اس اندرونی پھوڑے کا پکنا اور پک کر پھُوٹنا بہت ہی خراب نتیجہ دکھاتا ہے۔ میاں بیوی کا رشتہ کوئی ایسا رشتہ تو ہے نہیں۔ جو خدانخواستہ چھُوٹ جائے۔ اوّل بیوی کو اس گھر میں رہنا سہنا مرنا بھرنا۔ بیوی کی زندگی بھی جب ہی زندگی ہو سکتی ہے۔ جب وہ اپنے گھر میں خوش وخرّم رہے، اگر لڑکر اپنی عمر رات دن کے جلاپے اور آئے دن کی رنجیدگی و ناراضی میں بسر کرے گی۔ تو اس کی زندگی وبال اور ایک بھاری مصیبت کا جال ہو جائے گا۔ جس سے آئے دن دق ہو کر مرضِ دق میں گھِر جائے گی، اگرچہ اس کے دُور کرنے کی ترکیب

اور مناسب تدبیر بھی آسان ہے۔ مگر پھر انسان ہے۔ جس کی بوٹی بوٹی میں ہٹ اور سرکشی بھری ہوئی ہے۔ اُوپر سے نگوڑا شیطان اَور بھی اُبھارتا اور اُکساتا رہتا ہے۔ پس یہ ناسمجھ بھولی بھالی لڑکی اپنی ہٹ اور شیطان کے بہکانے میں آکر سسرال سے ناراض ہو ڈولی پھندا جھٹ اپنے میکے چلی آتی ہے۔ اور پھر برسوں وہیں رہ پڑتی ہے، شوہر کے دل میں بھی غصہ سما جاتا ہے۔ اور وہ بھی اس کے بُلانے کا نام تک نہیں لیتا۔ کھانے پینے کا خرچ وغیرہ بھی دینا بند کر دیتا ہے، بیچارے ماں باپ کُواری لڑکی کا بوجھ تو اُٹھا سکتے ہیں لیکن بیاہی بیٹی اُنہیں بھی دوبھر ہو جاتی ہے کیونکہ کُواری بیٹی کھائے روٹیاں۔ بیاہی کھائے بوٹیاں" ایک مشہور کہاوت ہے۔ بیاہی بیٹی کا گھر رکھنا اور ہاتھی کا باندھنا برابر ہے، پس اخیر کو وہ بھی اُکتا جاتے ہیں۔ اور کسی نہ کسی تدبیر سے پھر خاوند ہی کے گھر پھینک دیتے ہیں، بیوی صاحب کو پھر مارجھک مار کر اُسی گھر میں جس سے بیزار ہو کر گئی تھی۔ آنا اور ہر ایک سے شرمانا پڑتا ہے، اِدھر لڑکیاں مُنہ جوڑتی ہیں۔ اُدھر بڑی بوڑھیاں باتیں بناتی

ہیں۔ کہ میکے میں گئی تھیں۔ اماں باوا نے رکھ نہ لیا۔ اور تم نے اتنا بھی نہ جانا۔ کہ اوّل بھی یہی گھر ہے۔ اور آخر بھی یہی گھر ہے۔ کس ناک سے گئی تھیں۔ اور کیا مُنہ لے کر آئیں۔ اگرچہ بن بُلائے کوئی خدا کے گھر بھی نہیں جاتا ہے۔ مگر خاوند کی ڈیوڑھی پر جانا ہی پڑتا ہے۔ اس وقت کی شرم سے پہلے ہی ہر ایک بات کا انگیز نا بدرجہا بہتر تھا۔ مگر اتنی عقل کہاں؟

سُسرال سے روٹھ کر میکے جانا بہت ہی بُری بات ہے۔ اس میں نہ لڑکی میکے جاکر خوش ہو سکتی ہے۔ اور نہ اس کے ماں باپ کیونکہ ماں باپ کو بھی لڑکی اپنے گھر میں خوش و خرم رہتی سہتی ہی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ بس بُوا لڑکیوں یا عورتوں کے واسطے اپنے گھر کی چار دیواری سے بہتر اَور کوئی کونہ نہیں۔ اس لئے ایک کونے سے رُوٹھے تو گھر کے دوسرے کونے میں بیٹھ رہے۔ اور دیوار یا کھول کو اپنا رازدار اور غمگسار سمجھ کر غم غلط کرلے۔ لیکن گھر سے رُوٹھ کر کہیں جانے کا نام نہ لے۔ زندہ آئے اور خاوند کے گھر سے مر کر جائے ۔

رنج کی حالت کو بڑھانا بہت ہی نادانی اور ناسمجھی کی بات ہے۔

غصے کی بھی حد مقرر ہونی چاہیے۔ مسلمان کو تین روز سے زیادہ غصہ حرام ہے۔ اور میاں بیوی کو تو زیادہ سے زیادہ تین پہر بھی کٹھن ہیں۔ پس لازم ہے۔ کہ ہمیشہ اپنے آئینہ دل کو رنجیدگی یا ناراضی کی گرد سے صاف رکھو۔ کوئی دن میں نندیں اپنے اپنے گھر کی ہو جائیں گی۔ ساس سُسرے جہاں سدا رہنا ہے۔ وہاں پہنچ جائیں گے۔ پھر تم ہی تم ہو یا تمہارے سر کا تاج +

بعض ناسمجھ عورتوں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ وہ خاوند کی ہر بات کی ٹوہ میں لگی رہتی ہیں۔ کاغذ۔ پتّر۔ چِٹھی خط کچھ ہی ہو اُسے دیکھے اور زبان پر لائے بغیر نہیں رہتیں۔ خاوند کے شوق کو اپنا دشمن اور اُس کے دل کی بیرونی خوشی کو اپنی جان کا لاگو سمجھتی ہیں۔ جس سے دونوں کی زندگی تلخ اور ایک دوسرے کی صورت سے ایسے بیزار ہو جاتے ہیں۔ کہ یہ آنٹ پڑی ہوئی مرتے دم تک نہیں نکلتی +

خاوند اپنی طبیعت کا مختار ہے۔ اپنے بُرے بھلے کو تم سے زیادہ سمجھتا ہے۔ تم پھر اُس کی محکوم ہو تم کو یہ حق کسی طرح حاصل نہیں کہ کسی بات پر اَڑ کر اُسے ناک چنے چبواؤ۔ اگر وہ بدراہ بھی ہے۔ تو

اخیر کو راہ پر آ گر اپنا ہی گھر دیکھے گا۔ اگر اپنی مرضی پر لانا اور سدھانا چاہتی ہو۔ تو پہلے اُس کی ہر بات میں ہاں میں ہاں ملاؤ۔ اس کی خوشی میں اپنی خوشی جتاؤ۔ جب دیکھو کہ وہ اس بات سے کبھی اتفاقی امر کے سبب جو تمہیں بھی ناگوار تھا ناراض ہے۔ تو پہلے اُس کی ناراضی دُور کرنے کی باتیں کر کے اس کے دل کو ٹٹولو۔ اگر دیکھو کہ در حقیقت وہ بیزار ہے۔ تو اب اُس کی ساتھی بن جاؤ۔ اور جو اُونچ نیچ سمجھانی ہو سمجھاؤ۔ جلتی آگ پر پانی ڈالنا اُسے بھڑکانا ہے۔ اور دھیمی آگ پر خاک ڈالنا اُسے بجھا دینا ہے۔ بس یُوں ہی نباہ کی باتیں ہیں۔ اور خاوند کو اپنا کر لینے کی گھاتیں۔

قصور کی مُعافی

دُنیا جہان میں ایسا کونسا فرد بشر ہے۔ جس سے کبھی بھول کر قصور نہ ہُوا ہو۔ ممکن ہے۔ کہ ایسے انسان دُنیا کے پردے پر پیدا ہی نہ ہوئے ہوں۔ جو خطا و نسیان سے پاک اور گناہ و قصور سے بیباک رہے ہوں۔

سب سے پہلا انسان حضرت آدم ہے۔ جو نرے آدم ہی
نہیں۔ بلکہ پیغمبر اور نبی بھی تھے۔ لیکن خطا سے وہ بھی نہ بچے

جو انسان ہے وہ خطا وار ہے

کہ بے عیب اک ذاتِ غفّار ہے

پس مناسب ہے۔ کہ اگر کوئی ذرا سا بھی قصور ہو جائے۔ تو وہ فوراً خاوند سے کہ دیا جائے۔ قصور کے چھپانے کی کوشش بھول کر نہ کرو۔ اور سمجھ لو کہ جس قصور کو میں خاوند سے چھپا رہی ہوں میرا حقیقی مالک اُس سے بخوبی واقف و آگاہ ہے۔ جب وہ مالک قیامت کے دن عدالت کے تخت پر بیٹھے گا۔ اُس وقت سب کے روبرو دل کے چھپے ہوئے بھید کھُل جائیں گے۔ کیا عجب جو اس چھوٹے سے دُنیوی قصور کو آخرت کے روز مجازی خاوند نہ بخشے۔ اور اس کی سزا میں حقیقی مالک گرفتار کر لے +

اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ جب انسان سے قصداً یا سہواً کچھ قصور ہو جاتا ہے۔ تو وہ اپنی اس نالائق حرکت سے آگاہ ہو کر پشیمان اور شرمندہ ضرور ہوتا ہے۔ اور اُسی شرمندگی کے باعث اپنے

قصور کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن سوچنا چاہیئے۔ کہ اس جہان کی شرمندگی آخرت کی شرمندگی سے بہتر نہیں۔ قصور پر ہمیشہ سچے دل سے معافی مانگنی اور اپنے قصور سے پشیمان ہو کر توبہ کرنی چاہیئے۔ قصور پنسیل کی تحریر ہے۔ اور توبہ اس کے لئے ربڑ۔ جو اس تحریر کو صفحۂ دل سے بالکل مٹا دیتا ہے۔ سچے دل کی توبہ کو خداوند تعالےٰ بھی منظور کر لیتا۔ اور وہ اپنے گنہگار بندوں کو بخش دیتا ہے۔ پس بیوی کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے مالک مجازی کے سامنے بھی سچے دل سے توبہ کرے۔ اور اپنے آپ کو ہر قصور اور تقصیر سے ہمیشہ بچائے رکھے*

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ اپنے قصور پر شرمندگی تو بہت ہوتی ہے۔ مگر معافی مانگنے سے ایک اُڈر غیرت سی آتی ہے۔ اور میاں یہ جانتا ہے۔ کہ بیوی کو اپنے قصور پر ذرا بھی شرمندگی نہیں ہوئی۔ اس لئے بُوا اگر تم لکھی پڑھی ہو تو اپنی غلطی کا اقرار اور مُعافی کی درخواست لکھ کر اپنے میاں کو دے دو۔ ورنہ زبانی کہنے میں بھی کچھ ہرج نہیں۔ دُنیا میں تمہارا سب سے زیادہ پردہ پوش تمہارا میاں ہے۔ یقیناً وہ تمہاری اس معافی کی درخواست کو منظور

کر کے تمہارا قصور معاف کر دے گا۔ اور تم بھی آیندہ کوئی بات جان بوجھ کر اس کی مرضی کے برخلاف نہیں کرو گی۔ پھر میاں میاں ہی ہے۔ اور بیوی بیوی ہی ہے ؎

اگر بخشے زہے قسمت۔ نہ بخشے تو شکایت کیا؟
سرِ تسلیم خم ہے۔ جو میاں کے خیال میں آئے ؏

خوراک

خاوند کی خوراک کا خیال رکھنا تمہارا ذمہ اور تمہارا سب سے بڑا ضروری فرض ہے۔ خوراک امیر غریب سبھی کھاتے ہیں لیکن ایسے شخص کو جو محنتی ہو۔ اور خاص کر دماغی محنت کرنے والا۔ اس لئے اس کے واسطے مقوّی اور اچھّی غذا کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ بعض عورتیں کفایت شعاری کرتی ہیں۔ تو اس درجے کی۔ کہ کھانے پینے اور ضروریات وغیرہ میں بھی حد سے زیادہ خسّت برتنے لگتی ہیں۔ تمہیں اچھّی طرح سوچ لینا چاہیئے۔ کہ خوراک ہی سے انسان کی زندگی اور تندرستی ہے۔ تھوڑی بہت اچھّی بُری گیہوں

کی نہیں۔ توجو کی۔ امیر سے لے کر غریب تک سبھی روٹی کھاتے ہیں۔ لیکن جن کو خدا نے دیا ہے۔ اور اس قدر دیا ہے۔ کہ وہ کچھ پس انداز کرنے کا بھی مقدور رکھتے ہیں۔ انہیں تو سب سے پہلے اپنے شوہر کی خوراک کا خیال رکھنا چاہیئے*

بعض گھروں میں اس قدر مقدور تو ہوتا ہے۔ کہ خاوند کی خوراک کا بہم پہنچانا کچھ دشوار نہیں ہوتا۔ لیکن بڑے کُنبے کی وجہ سے یہ عُذر نِکلتا ہے۔ کہ اتنی چیز کہاں سے آئے۔ جو سب کو کھلائی جائے۔ نہ یہ ہوسکتا ہے۔ کہ ایک کھائے اور سب بیٹھے مُنہ دیکھا کریں۔ اس خیال سے میاں کی خوراک کا اہتمام مناسب نہیں کیا جاتا۔ ایسے خیالات سے خاوند کی خوراک کی طرف توجہ نہ کرنی اچھی بات نہیں۔ جہاں تک ممکن ہو خاوند کی خوراک کو لذیذ اور مقوّی بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے*

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ گھر میں کوئی کھانا پکتا ہے۔ مگر خاوند کو پسند نہیں آتا۔ اور وہ کچھ کھاتے پیئے بغیر دسترخوان سے ہاتھ اُٹھا لیتا ہے۔ بیوی کو اس وقت بہت ہی افسوس ہوتا ہے۔ اُس کا جی

نہیں چاہتا۔ کہ میاں تو بھوکا رہے۔ اور وہ خوب پیٹ بھر کے کھائے۔ اس سبب سے لگی لگائی لاگت اور پکا پکایا کھانا ایک میاں کے نہ کھانے سے سب اکارت جاتا ہے۔ میاں بھوکا رہتا ہے۔ اس کا رنج علیحدہ۔ اس حالت کے واسطے گھر میں چند قسم کے مربّے۔ اچار۔ چٹنی وغیرہ موجود رکھنی چاہیئے۔ یا کوئی ایسی چیز تیار کر دینی چاہیئے۔ جو بہت جلد بن سکے۔ مثلاً آلو کا بھرتا۔ انڈے کی ٹکیا۔ خشکہ۔ سوّیاں یا دودھ نان پاؤ وغیرہ کہ یہ سب چیزیں چند لحظے میں تیار ہو سکتی ہیں۔ پس ان میں سے کوئی چیز جلدی سے تیار کر کے اس وقت میاں کو کھلا دینی چاہیئے۔ تاکہ وہ بھوکا نہ رہے۔ دوسرے وقت کا کھانا معمول سے اچھّا اور کسی قدر سویرے تیار کرانا چاہیئے۔

صرف دو وقت کی خوراک ہی پر اکتفا نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ اگر خدا نے مقدور دیا ہے۔ تو چار چار گھنٹے بعد اور وقت مناسب پر خوراک کا دینا بہتر ہے۔ مثلاً صبح کو معمولی کھانا۔ تیسرے پہر کو موسم کے لحاظ سے تر و خشک میوے۔ اور پھر رات کو معمولی کھانا کھلانا کافی ہے۔ اگر میاں کو ہوا خوری یا دوستوں کے ہاں یا کسی اَور کام

میں معمول سے زیادہ دیر لگ جائے۔ خواہ دن کو رات کو تو اُن کی خوراک کے اندازے کے موافق آٹا اُٹھا رکھنا چاہیئے۔ اور میاں کے واسطے علیحدہ سالن نکال کے اَوروں کو کھانا کھلا دینا چاہیئے۔ جب تمہارے میاں آئیں تو ان کو گرم اور تازہ روٹی پکا کر دو۔ اور اپنی صورت اور وضع سے یہ ہرگز ثابت نہ ہونے دو۔ کہ ان کے دیر میں آنے سے تمہیں تکلیف ہوئی ہے۔ ہنسی خوشی کھانا کھلاؤ۔ کُشادہ پیشانی اور خوش مزاجی سے دیر میں آنے کی وجہ پوچھو۔ اور اتنی دیر بُھوکا رہنے پر افسوس ظاہر کرو۔ بعضی بیویوں کو دیکھا ہے۔ کہ جب اُن کے میاں دیر میں آتے ہیں۔ تو وہ ناک بھوں چڑھا لیتی ہیں بلکہ وہ اپنے گُنگ صُم ہونے سے یہ ظاہر کرتی ہیں۔ کہ تم نے جو ہمیں اس قدر انتظار کرنے کی تکلیف دی ہے۔ اس لئے ہمارا دل تم سے بات کرنے کو نہیں چاہتا اور بولتی بھی ہیں تو نہایت اُکھڑی اُکھڑی باتیں کرتی ہیں۔ سو بُوا یہ عادتیں نیک اور اشراف بہو بیٹیوں کی نہیں ہیں۔ جو ایسا کرتی ہیں وہ اپنے پیارے ماں باپ کی تربیت کو نام رکھواتی اور اپنے خاندان کو گُڈواتی ہیں۔ اگر تمہارے میاں

کبھی بہت سی دیر میں آئیں تو تمہیں اُن کے بھوکا رہنے کی از حد تشویش ہونی چاہیئے۔ اور اُن کے آنے پر زیادہ شوق اور پھُرتی اور مستعدی کے ساتھ اُن کی خدمت گزاری میں مصروف ہو جانا واجب ہے +

خاوند کی غذا کا خیال ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ جیسا مکان کی دیوار کے لیپنے پوتنے اور اُس کے درست رکھنے کا۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کرو گی۔ تو جس طرح دیوار ایک دن بیٹھ جاتی ہے۔ خاوند بھی کمزور ہوتے ہوتے بتاسے کی طرح بیٹھ جائے گا۔ اور پھر کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔ نہ پیسہ کام دے گا نہ صرفہ کام آئے گا۔ ناتواں کی بیماری جان لے کر جاتی ہے۔ اور توانا کی علالت خود مغلوب ہو جاتی ہے +

تیمارداری

سُنو بُوا عورت کے واسطے اپنا گھر بار اور اس کا مان جہت رکھنے والا خاوند ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اُسی کے دم سے گھر کی آبادی اور تمہیں چار چاند لگے ہوتے ہیں۔ سُہاگ بھاگ والی

کہلاتی اور من مانتا خرچ اُٹھاتی ہو، خاوند بادشاہ ہے۔ تم اس کی
ملکہ۔ جہاں جاتی ہو چار آدمی آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔ جس سے ملتی
ہو وہ تمہیں اپنے عزیزوں سے زیادہ عزیز سمجھتے اور آؤ بھگت کرنے
کو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ میں نے ان باتوں کا ذکر کئی جگہ اپنے اپنے
موقع پر کیا ہے۔ اب بار بار دُہرانا ناحق سر کھپانا ہے ؀

بس بُوا! ان سب باتوں کو سوچ سمجھ کر تمہیں اُس کا دم غنیمت
جاننا اور بیوی زنوں کی طرح اس امر کا آرزومند رہنا چاہئے۔ کہ
اس گھر میں جیتی آئی ہوں اور مر کر نکلوں۔ خاوند کے ہاتھوں سے
ہماری پردہ پوشی اور گور گڑھا ہو۔ وہ ہمارے سر پر سلامت رہے۔
اُس کے دم سے ہمارا پردہ ڈھکا رہے اور اُس کے سائے میں عزت
و آبرو سے بیٹھی رہیں۔ کیونکہ بیواؤں پر جو جو مصیبتیں ٹوٹتی ہیں۔
انہیں تم خود آنکھوں سے دیکھتی رہی ہو۔ چوڑی مہندی کی وہ
نہیں۔ رنگین کپڑے گہنے پانے کی وہ نہیں۔ صحنک کی وہ نہیں
سات سہاگنوں میں شامل ہونے کی وہ نہیں۔ اور اس سے بڑھ کر
دکھ یہ ہے۔ کہ ساس نندیں اُسے منحوس اور سبز قدم خیال کرتی ہیں۔

کواری بالیاں اور بیاہی تنہائی خاوند والیاں اس سے بچی ہوئی ہیں۔ بیواؤں کا دِل دِل نہیں ہوتا۔ بلکہ گور ہوتی ہے۔ جس میں دُنیا بھر کی حسرتیں اور ارماں دبے ہوئے ہوتے ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

گئے گزرے ہوئے سب ٹھاٹھ بس شوہر کے مرنے سے
ملے ارمان سب مٹی میں اِک اُس کے گزرنے سے

جس دم کے ساتھ تمہاری اس قدر خوشیاں وابستہ ہیں تمہیں اُس کی اُٹھتے بیٹھتے خیر منانی ہر طرح سے خدمت کرنی اور خاطر و مدارات سے عمر گزارنی چاہئیے۔ بعض بیویاں خاوند کی ذراسی بیماری کو بیماری نہیں سمجھتیں۔ بلکہ اس کی دوا دارو میں آلکسی کرتی ہیں۔ نہ پرہیزی کھانا دینے سے انہیں کام ہے۔ اور نہ حکیم تک پہنچانے سے غرض ؛ خاوند کھانسی میں کھوں کھوں کر رہا ہے۔ تو انہیں اس بات کی ذرا پروا نہیں۔ کہ ہم جو کھانا پکائیں اُس میں تُرشی یا چکنائی یا اَور کوئی ایسی چیز نہ ڈالیں۔ جس سے کھانسی بڑھے۔ بلکہ جو کچھ گھر میں کنبہ کے واسطے پکایا ریندھا وہی لاکر خاوند کے آگے بھی رکھ دیا ؛

مرے یا جئے کوئی ان کی بلا سے

جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بد پرہیزی کے سبب میاں کا مزاج
بگڑتا اور مرض بڑھتا جاتا ہے۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں یہ مرض
آہستہ آہستہ بڑھ کر اتنا طول پکڑ جاتا ہے۔ کہ جان کے لالے پڑ جاتے
ہیں۔ اس وقت بیوی کے دل کو بھی لگتی ہے۔ لیکن جب وقت
گزر گیا۔ مرض بڑھ گیا۔ تو اب کیا ہو سکتا ہے۔ اور بلکہ بعض بیویاں تو
کچھ ایسے وقت کی پیدائش ہوتی ہیں۔ کہ انہیں میاں کے سخت
مرض کی بھی پروا نہیں ہوتی۔ گویا وہ اس کے خوفناک نتیجے سے
بالکل بے خبر ہوتی ہیں۔

بیوی کی تمام محبت اور جاں نثاری کا امتحان اُسی وقت ہوتا
ہے۔ جبکہ خاوند بستر علالت پر پڑا ہو۔ اس حالت میں بیوی کو دوا
میں غذا میں ہر طرح پر احتیاط کرنی چاہیے۔ اور حتی المقدور کوئی ایسا
موقع پیش نہ آنے دے۔ جس سے میاں کی طبیعت میلی ہو۔

ایسی عورتیں اُس وقت سر پکڑ کر روتی ہیں۔ جب یکایک مصیبت
کا پہاڑ اُن کے سر پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ نیک اندیش وہی بیویاں ہیں۔
جو ایسا وقت آنے سے پہلے اُس کی روک تھام کر لیں۔ اور

اپنے خاوند کو بیماری کی اس مصیبت سے بشرط زندگی بچالیں +

بس بُوا وہی بات میں پھر کہتی ہوں۔ کہ میاں کے دم سے ہی تمہیں بھاگ لگے ہوتے ہیں۔ اگر تم اُس کی تندرستی میں ذرا فرق آتا دیکھو۔ تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ اسی کی ہو رہو۔ اور اپنے مقدور بھر جان توڑ کر خدمت کرو +

اچھی خدمت اور دلسوزی ایک ایسی چیز ہے۔ جس سے بیمار کی بیماری آدھی رہ جاتی۔ اور اُس کے دل کو بہت بڑی تقویت پہنچتی ہے۔ بیمار کا دل آدھا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے بیماری میں ہر ایک انسان کا مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اُسے اچھی بات بھی بُری لگتی ہے + بعض بے وقوف بیویاں میاں کی تیز مزاجی دیکھ کر جل جاتی۔ اور اُلٹی لڑنے جھگڑنے اور اُسے دُگنا رنج دینے لگ جاتی ہیں۔ اور بعض عقل کی پوری تو میاں کو اسی حال میں چھوڑ لڑ جھگڑ میکے جا بیٹھتی ہیں۔ جس سے شوہر کو سخت صدمہ پہنچتا۔ اور بعد میں اس سے طرح طرح کے بُرے نتیجے نکلتے ہیں + ہر ایک بیاہی تھیاہی لڑکی کو ان باتوں کی طرف غور کرنا اور سوچ سمجھ کر چلنا چاہیئے +

گھر داماد لینا

بعض لوگ اپنی ناز پروردہ بیٹی کی شادی اس شرط پر کرتے ہیں۔ کہ لڑکا گھر داماد بن کر رہے۔ اور اگر گھر داماد بن کر نہ رہے تو اتنا لکھ دے۔ کہ وہ جہاں کہیں پردیس میں جائے گا۔ ہماری بچّی کو ساتھ نہیں لے جائے گا۔ بیاہ کے چاؤ میں یا مصلحتِ وقت سمجھ کر دُولھا والے یا خود دُولھا اس بات کو منظور کر لیتا ہے۔ بیاہ ہے بعد جو دن بیوی کے پاس گزر جاتے ہیں۔ سو تو گزر جاتے ہیں۔ مگر جب میاں کو اپنی نوکری کے سبب پردیس جانا اور گھر چھوڑنا پڑتا ہے۔ تو اُسے اخیر کو ان مشکلوں کا سامنا ہوتا ہے جنہیں دُور کرنے کی غرض سے اُس نے دُنیاداری کا جُوا اپنے کندھے پر رکھا تھا۔ پردیس میں جا کر مرد کو سَو طرح کی دِقتیں پیش آتی ہیں۔ کپڑے لتّے کی۔ کھانے پکانے کی۔ چیز بست سینتنے سنبھالنے کی۔ یہ کام تو گھرداری کا ہے۔ مرد کو اس سے کیا واسطہ بھلا وہ ان دقتّوں کو کب اُٹھا سکتا۔ اور اپنا وقت اس میں کھپا سکتا ہے۔ اس سے وہ یہی چاہتا ہے۔ کہ کس طرح بیوی خود

پردیس نہ جانے کی شرط کو بالائے طاق رکھ دیں۔ اور ہنسی خوشی میرے ساتھ ہولیں۔ چنانچہ اس خیال سے وہ بیوی کے سامنے اپنی تکلیفوں کو بیان کرتا اور کہتا ہے۔ کہ بیوی صاحبہ میری آمدنی کم ہے۔ اور اس میں ایک گھر کے دو گھر مشکل۔ اسی آمدنی میں کچھ تمہیں بھیجتا ہوں۔ کچھ امّاں ابا کو۔ کچھ اپنے واسطے رکھتا ہوں۔ جس میں نوکر چاکر بھی اپنا ہاتھ رنگتے ہیں۔ اور ہر ایک چیز جی کھول کر صرف کرتے ہیں +

عاقبت اندیش بیویاں ان اشاروں کو بخوبی سمجھ جاتی۔ اور چُپ چاپ چوں چرا کے بغیر میاں کے ساتھ ہولیتی ہیں۔ اور جو ناعاقبت اندیش بیوقوف اور ہٹیلی عورتیں ہوتی ہیں۔ اُن کے بھاویں بھی نہیں ہوتا۔ کہ میاں کہتے کیا ہیں۔ اور ان کی غرض کیا ہے، جب میاں دیکھتا ہے۔ کہ اُن کے کان پر جوں نہیں چلتی۔ تو ناچار بیوی سے مُنہ پھوڑ کر کہتا ہے۔ کہ صاحب تم میرے ساتھ چلو + اور اپنا گھر بار سنبھالو + یہ سُن کر بیوی اور سُسرال والے پنجے جھاڑ کر اُس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ کہ میاں اگر ایسا ہی کرنا تھا۔

پردیس نہ جانے کی شرط کو بالائے طاق رکھ دیں۔ اور ہنسی خوشی میرے ساتھ ہولیں۔ چنانچہ اس خیال سے وہ بیوی کے سامنے اپنی تکلیفوں کو بیان کرتا اور کہتا ہے۔ کہ بیوی صاحبہ میری آمدنی کم ہے۔ اور اس میں ایک گھر کے دو گھر مشکل۔ اسی آمدنی میں کچھ تمہیں بھیجتا ہوں۔ کچھ اماں ابا کو۔ کچھ اپنے واسطے رکھتا ہوں۔ جس میں نوکر چاکر بھی اپنا ہاتھ رنگتے ہیں۔ اور ہر ایک چیز جی کھول کر صرف کرتے ہیں +

عاقبت اندیش بیویاں ان اشاروں کو بخوبی سمجھ جاتی۔ اور چُپ چاپ چوں چرا کے بغیر میاں کے ساتھ ہو لیتی ہیں۔ اور جو ناعاقبت اندیش بیوقوف اور ہٹیلی عورتیں ہوتی ہیں۔ اُن کے بھاویں بھی نہیں ہوتا۔ کہ میاں کہتے کیا ہیں۔ اور ان کی غرض کیا ہے۔ جب میاں دیکھتا ہے۔ کہ اُن کے کان پر جوں نہیں چلتی۔ تو ناچار بیوی سے مُنہ پھوڑ کر کہتا ہے۔ کہ صاحب تم میرے ساتھ چلو + اور اپنا گھر بار سنبھالو + یہ سُن کر بیوی اور سُسرال والے پنجے جھاڑ کر اُس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ کہ میاں اگر ایسا ہی کرنا تھا۔

توپہلے ہی وعدہ کیوں کیا تھا؟ خاوند اپنے وعدے کو مانتا ہے۔ مگر جس وقت میں پھنسا ہُوا ہے۔ اُسے کوئی نہیں دیکھتا، روپیہ کا روپیہ برباد ہوتا ہے۔ گھر کا گھر بے انتظامی سے مُٹتا ہے، اس صورت میں بھی وہ اس بیہودہ عہد کی ترمیم نہ کرے تو اَور کیا کرے؟ بیوی کے فرائض بیوی کے سپرد نہ کرے تو کیا اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی یونہی جانے دے؟ تو وہ بھی چاہے گا۔ کہ بیوی کے جو کام ہیں وہ بیوی کرے۔ میاں کا جو دھندا ہے۔ وہ میاں کرے، غرض اس وقت اس سے کچھ نہیں بنتی۔ اور یہ مشکل اُس کی جان کے واسطے ایک سخت کوفت ہو جاتی ہے۔ اور جو حسب اتفاق خدانخواستہ پردیس میں کوئی بیماری اُٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ تو اُس وقت اُس کا دل یہی ڈھونڈھتا ہے۔ کوئی میرا دردمند۔ ہمدرد اور رفیق اس وقت ہو تو وہ دلسوزی سے میری تیمارداری۔ میری خدمت اور میرا علاج کرے کیونکہ لطیف یا عمدہ غذا سے اُس کی رُوح کو اس قدر تازگی اور تقویت نہیں پہنچتی۔ جس قدر کہ ایک سچّے ہمدرد کی تیمارداری سے دل کو تقویت ہوتی ہے، بیماری کا بڑا علاج بیمار کی تسلّی دلداری

اور اُس کی نگہداشت ہے ؎

بعض ناعاقبت اندیش ہٹیلی بیویاں ایسے وقت میں بھی اپنے خاوند کی خبر گیری کے واسطے گھر سے قدم نہیں نکالتیں۔ اور اسی بات پر اَڑی رہتی ہیں۔ کہ ہمارے ساتھ تو یہ وعدہ تھا۔ کہ بیاہ کے بعد شہر سے باہر نہیں لے جائیں گے۔ جب یہ اپنے قول پر ثابت نہیں تو ہم کیوں اُن کی بات مانیں۔ غرض ساس نند اور اُس کے اَور عزیز و اقارب سب تو میاں کی خدمت اور تیمارداری کو جمع ہو جاتے ہیں۔ لیکن بیوی نے گھر سے پاؤں نکالا ہے۔ نہ نکالیں۔ چاہے اِدھر کی دُنیا اُدھر ہو جائے۔ مگر اپنی بات نہ جائے ؎

یہ بات خاوند کے دل کو نہایت ہی ناگوار گزرتی ہے۔ اور آخر کو وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے۔ کہ جب بیوی کو میرے دُکھ سُکھ یا گھر بار کی رتی بھر پروا نہیں۔ تو میں بھی اپنی جان کو کیوں دُکھ دوں؟ اس خیال کے آتے ہی اس کا دل بیوی کی طرف سے پھر جاتا۔ اور وہ کسی دوسرے سچے رفیق کی فکر میں پڑ جاتا ہے۔ اور بیوی کو مجبور ہو کر کہلا بھیجتا ہے۔ کہ آنا ہو تو آؤ۔ ورنہ ہوا کھاؤ۔ میں بھی

دوسرا نکاح کرتا اور اپنا ارمان نکالتا ہوں۔ یہ بات سُن کر ضد کی پوری بیوی اور سُسرال والے اَور بھی آگ بگولا ہو جاتے ہیں۔ اور یہ سمجھ کر کہ یہ صرف دھمکی ہے۔ کہلا بھیجتے ہیں۔ کہ میاں منع کس نے کیا ہے۔ یہ ڈراوا کسی اَور کو دکھانا۔ ہمیں اپنی بچّی دو بھر نہیں ہے۔ اُس کے دم کو خدا رکھے۔ کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ خاوند کو بھی ضد چڑھ جاتی ہے۔ اور اخیر کو غصّے میں آن کر، جو کچھ مُنہ سے نکالا تھا۔ اُسے کر گزرتا ہے۔ جب بیوی اور سُسرال والوں کو یہ خبر پہنچتی ہے۔ تو اپنے نصیبوں کو روتے اور سر کو پیٹتے ہیں۔ عمر بھر کا روگ لگ جاتا ہے۔ سیج کی ملّھی کا رنج ہوتا ہے۔ اور یہ تو سوکن کا جلاپا ہے۔ کس طرح مٹ سکتا ہے؟ مگر اب پچھتائے کیا ہوت ہے۔ جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت۔ بیوی ساری عمر امّاں باوا کے گھٹنے سے لگی بیٹھی رہتی ہے۔ سو میری پیاری بہنو! اگر تمہیں بھی کسی کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آئے۔ تو اُس کے انجام پر پہلے ہی نظر کر لینا۔ ورنہ اسی طرح سر دُھننا اور پچھتانا پڑے گا۔

گھر داماد کے جھگڑے بکھیڑے تو اکثر ماں باپ کی طرف سے

ہوتے ہیں۔ بے زبان لڑکیاں خود تھوڑے ہی عہد و پیمان کرتی اور شرطیں باندھتی ہیں؟ پس جب تمہارا بیاہ ہو جائے۔ تو تم یہ موقع ہی پیش نہ آنے دو۔ جس دن تمہارا میاں اپنی تنہائی کی تکلیفیں تم سے اشارتاً بھی بیان کرے۔ تم اُس کی ساتھی ہو جاؤ۔ بلکہ سب سے پہلے تم خود ایک طرف تو خاوند کے کان میں یہ بات ڈال دو۔ کہ جو کچھ شرطیں ہوئی ہیں۔ یہ میری طرف سے نہیں ہیں۔ ماں باپ کو اولاد کی آنچ اور بیٹا بیٹی کی مامتا قدرتی طور پر ہوتی ہے۔ سو یہی حال میری اماں باوا کا ہے۔ وہ اولاد کے بھوکے ہیں۔ میرا دم بھر آنکھوں سے اوجھل ہونا گوارا نہیں کرتے۔ ان شرطوں کا سارا سبب یہی ہے۔ مگر آپ ان شرطوں پر نہ جائیں۔ میں آپ کی تابعدار اور کنیز فرماں بردار ہوں۔ آپ کی خوشی کے ساتھ میری خوشی۔ آپ کے رنج کے ساتھ مجھے رنج ہے + کچھ دن گزر جانے دو۔ میں خود اماں جان سے کہوں گی یا اپنی کسی سہیلی سے کہہ کہا کر انہیں راضی کر لوں گی۔ اور جب آپ بلائیں گے بے عذر آپ کے پاس چلی آؤں گی، یہ باتیں سُن کر ممکن نہیں۔ کہ تمہارا شوہر تم سے خوش نہ ہو۔ اور

تمہاری اس ہمدردی کی دل سے قدر نہ کرے، وہ تمہیں اپنا سچا رفیق اور دانش مند مونس سمجھے گا۔ اور جان لے گا۔ کہ کیسی عقلمند بیوی ہے۔ کہ میرے وعدے میں بھی فرق نہیں آنے دیا۔ اور آرام کو بھی مدِّنظر رکھا۔ اب اگر وہ نہ لے جا سکے۔ تو ہمیشہ خط پتر میں لکھتی رہو۔ کہ کسی قسم کی تکلیف نہ اُٹھانا۔ مجھے تمہارا اپنے سے زیادہ خیال لگا رہتا ہے۔ مجھے تمہارے ساتھ رہنے میں نہ عذر اور نہ تکلیف جس وقت بلاؤ گے حاضر ہو جاؤں گی۔

خاوند کی بدچلنی

خاوند کی بدچلنی کسی عورت کو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ جس عورت کا میاں بدراہ یا بدچلن ہوتا ہے۔ اس کے دل کا کنول سدا کملایا اور سینے پر غم کا بادل چھایا رہتا ہے۔ جب دیکھو جب اُداس اور غمگین نظر آتی ہے۔ خداوندکریم سے دُعا ہے۔ کہ ہر بہن کا نیک ذات نیک صفات خاوند سے پالا پڑے۔ دونوں میں دن دونی رات چوگنی محبت ہو۔ کُلفت کا نام تک نہ آئے۔ لیکن یُوں سُنو۔ انسان کے واسطے

خداوند کریم نے ہر طرح کی حالتیں پیدا کی ہیں۔ جو انسان دُنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ اُسے اپنے ہوش سنبھالنے اور دُنیا میں آنے پر خدا کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اُسے مالک حقیقی نے اپنی خوشی سے دُنیا میں بھیجا ہے۔ پس بندے کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے دل کو دنیا کی راحتیں اور مصیبتیں برداشت کرنے کے قابل بنائے۔ انسان کی زندگی میں خوشی اور رنج دونوں حالتیں ضرور پیش آتی ہیں۔ پس ہر حالت میں بندے کو صبر کرنا اور اپنے مالک کا شکریہ بجالانا واجب ہے۔ خاوند کی بدچلنی سے اگرچہ تمہیں رنج ضرور ہونا ہے۔ مگر وہ انسان کیا جس نے اپنے دل کو مضبوط نہ رکھا۔ اور ذرا سی مصیبت سے گھبرا گیا۔ جب خدا تعالےٰ کا حکم یہ ہے۔ کہ خاوند بُرا ہو یا بھلا اُس کی تابعداری میں سرِ مُو فرق نہ کرو۔ تو لڑائی پھر کون رات دن کی دانتا کِل کِل۔ آٹھ پہر کی لڑائی جھگڑے سے جگ ہنسائی کرے۔ خاوند کا دل بھی جل کر کباب ہو۔ اور اپنے صبر کا ثواب بھی عذاب سے بدل جائے۔ ہم دوسروں کے فرض کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ سب کو اپنا آپ جواب دینا اور مواخذہ اُٹھانا پڑے گا۔ پس تم اپنے فرض سے مطلب رکھو۔ اگر

کوئی نیکی کرے گا۔ تو اپنے واسطے۔ بدی کرے گا۔ تو اپنے لئے جس کے سر پر شیطان سوار ہوتا ہے۔ وہ بدی کو بدی نہیں سمجھتا۔ بلکہ روکنے سے زیادہ ڈھیٹ۔ بے غیرت اور آزاد بن جاتا ہے۔ وہ اپنی والی سے کبھی نہیں ٹلتا۔ جہاں تک بنے نہ خود ہٹ کرو۔ نہ اسے ہٹ پر آنے دو۔ کہیں وہ مثل نہ ہو کہ

ہم تو ڈوبے ہیں مگر تم کو بھی لے ڈوبیں گے

جب تم دیکھو کہ تمہارے دم کا ساتھی ٹیڑھی اور بدراہ چل رہا ہے جس سے خدا خوش نہ خدا کا رسُول خوش۔ بلکہ دُنیا میں بھی نکو بنا ہوا ہے۔ تو تم کو چاہیئے۔ کہ اس کی اَوندھی عقل پر افسوس کرو۔ اور خدا سے دُعا مانگو۔ کہ اے میرے پاک پروردگار! تو اُسے نیک رستے پر لگا کر اپنی عنایت سے خود ہی پارسا اور پرہیزگار بنا دے۔ یہ عقلمندی کی بات نہیں ہے۔ کہ ایک انسان کو جلتی آگ میں کُودتے دیکھ کر خود بھی اُسی میں دھڑام سے کُود پڑیں۔ اگر تم خاوند کی بدچلنی سے ناراض ہو کر اُس کی اطاعت اور فرماں برداری چھوڑ دو گی۔ تو عاقبت کے روز اگر تمہارے میاں سے بدچلنی کی باز پُرس ہو گی۔ تو تم سے خاوند کے حقوق ادا نہ کرنے کی بھی ضرور

سخت گیری ہوگی - اگر تمہارا میاں اپنی بدچلنی کے باعث عتاب الٰہی کا سزاوار ہوگا - تو تم اپنے خاوند کا حق ادا کرنے کے عذاب میں گرفتار ہوگی - پس تمہیں ہر حال میں صابر و شاکر رہنا چاہئے - کیونکہ صبر کی داد خدا کے ہاتھ ہے - اور وہ صبر کرنے والوں کے ہر دم ساتھ ہے۔ صبر کا اجر خدا دے گا - تمہارا میاں اگر بدچلنی کرے گا - تو اپنی گور میں انگارے بھرے گا - اور اگر تم اُس کے حال زار پر رحم کھاکر اُس کی فرماں برداری اور صبر کروگی - تو اپنی عاقبت سنوار دوگی - جنت میں گھر بنے گا - اور دین و دُنیا میں سرخروئی حاصل کروگی۔

چند متفرق ہدایتیں

اے میری بہنو! اگر تم میں سے کوئی بہن ایسے شخص کے پلے بندھی ہے - جس کی پہلی بیوی موجود ہے - اور دوسری تم ہو یا پہلی مرچکی ہے - اور اس کی جگہ تم بیاہی آئی ہو - یا پہلی بیوی کے بچے موجود ہیں - یا میاں بدچلن اور بدوضع ہے - تو مندرجہ ذیل ہدایتوں کو سوچنا اور اُن پر کاربند ہونا تمہاری راحت و تسکین کا باعث ہوگا:-

دو ہا جو میاں

اگر تمہیں ایسا موقع پیش آجائے۔ کہ خاوند کی پہلی بیوی موجود ہو اور دوسری تم ہو۔ تو غالباً میاں تم سے ہی زیادہ محبت و رغبت رکھے گا۔ اور پہلی سے کم۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ تم سے کم محبت رکھے اور پہلی ہی بیوی کو زیادہ چاہے۔ میاں بیوی کی محبّت خدا نے ایسی بنائی ہے۔ کہ اُس میں دوسرے آدمی کی شرکت بہت ہی ناگوار گزرتی ہے۔ سب مرد یہی چاہتے ہیں۔ کہ میری بیوی کو جس قدر محبّت مجھ سے ہو۔ اتنی کسی دوسرے سے ہرگز نہ ہو۔ اسی طرح سب عورتیں بھی یہی چاہتی ہیں۔ کہ خاوند کو جس قدر مجھ سے اُنسیت ہو۔ دوسرے سے نہ ہو۔ کیونکہ سچ کی مکھی بھی بُری لگتی ہے۔ بے شک دُنیا بھر کے عزیزوں میں اگر بیوی کسی کو سب سے زیادہ عزیز سمجھتی ہے۔ تو وہ اپنے خاوند ہی کو سمجھتی ہے۔ اور اسی طرح میاں اپنی بیوی کو۔ اس محبّت میں جہاں دوسرا شامل ہو جاتا ہے۔ وہاں دلوں کی کدورت کا کوئی اندازہ نہیں رہتا۔ یہی باعث ہے۔ کہ سوکنیں سوکنیں

آپس میں رات دن لڑتی اور جوتی پیزار کرتی رہتی ہیں۔ ہر وقت کی دانتا کِل کِل سے خاوند کا دم بھی ناک میں آجاتا ہے۔ کیا اچھا ہو۔ کہ دونوں سوکنیں آپس میں بہنیں بہنیں بن کر رہا کریں۔ اور دونوں کی آرام سے زندگی بسر ہو۔ لیکن افسوس کہ یہ رشتہ ایسا کم بخت زہر سرشتہ ہے۔ کہ کسی طرح چین ہی نہیں لینے دیتا۔ پھر بھی انصاف ایک ایسی چیز ہے۔ کہ وہ بھاری سے بھاری مشکل بھی آسان کر دیتا ہے۔ اگر میاں تم سے زیادہ محبت کرے۔ اور دوسری بیوی کی طرف کم التفات رکھے۔ تو تم کو خود ہی انصاف کرنا اور اپنے خاوند کو سمجھانا چاہیئے۔ کہ وہ اس غریب پر بھی جس کا خاوند کے سوا اَور کوئی رفیق مددگار نہیں ہو سکتا۔ خیال رکھے۔ انصاف سے خدا بھی راضی ہوتا ہے۔ اور گھروں میں بھی چین چان۔ امن و امان رہتا ہے۔

اگر شوہر اپنی پہلی بیوی سے زیادہ خوش ہو۔ اور تم سے ناخوش۔ تو تم کو اپنے خاوند کی مزاج شناسی کر کے اُن باتوں پر عمل کرنا لازم ہے۔ جن کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔ تم جان سکتی ہو۔ کہ پہلی بیوی میں کیا بات ہے۔ جسے تمہارا شوہر پسند کرتا ہے۔ وہی بات تم

بھی اپنے میں پیدا کرو۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ انسان کو اپنا عیب آپ نظر نہیں آتا۔ بس تم جو خیال کرتی ہو۔ کہ میں اپنے میاں کے خوش رکھنے کی سب تدبیروں پر عمل کر چکی ہوں۔ اس خیال کو صحیح نہ جانو۔ بلکہ اس باب میں اپنی کسی سچّی خیر خواہ سہیلی سے صلاح لو۔ اور اُس سے پوچھو۔ کہ بُوا اگر تم میری بھلائی چاہنے والی ہو۔ تو جو جو عیب مجھ میں پاؤ۔ وہ سب مجھے بتاؤ۔ تاکہ میں ان باتوں کو ترک کروں۔ اور جو جو نصیحت تم مجھے کرو۔ میں ان پر چلوں۔ تاکہ میرا میاں مجھ سے خوش اور راضی رہے۔ ان سب باتوں پر بھی اگر میاں کی خوشی حاصل نہ ہو۔ تو بھی صبر کے سوا اَور کچھ نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ؎

اگرچہ زمانے میں ہے صبر کڑوا۔
مگر پھل وہ دیتا ہمیشہ ہے میٹھا۔

گو صبر میں تکلیف ہے۔ مگر انجام میں اللہ کا ساتھ ہے۔ جو سب سے بڑا مددگار اور غمگین دل کو تسلی دینے والا ہے۔ تم کو سمجھنا چاہیئے۔ کہ اس میں بھی خداوند کریم کی کچھ مصلحت ہوگی۔ کیونکہ وہ جو کچھ

کرتا ہے۔ اپنے بندے کی بہتری کے واسطے کرتا ہے + پس ہر حالت میں خداوند کریم کا شکریہ بجالانا لازم اور توبہ استغفار کرنی واجب ہے۔ ایسے موقع پر خاوند حقیقی کی عبادت کے ذریعے سے دل غمگین کو سہارا دینا چاہیے +

اگر میاں کی پہلی بیوی مر چکی ہو۔ اور دوسری تم ہو تو تمہیں اپنے خاوند کے خوش رکھنے میں کسی قدر ہوشیاری اور عقلمندی سے کام لینا چاہیے + تم جانتی ہو۔ کہ تمہارے دُولھا کی پہلی بیوی مر چکی ہے۔ کچُھ مدت یا عرصے تک تمہارے دُولھا اور اُس کا ساتھ رہا ہے۔ وہ اور تمہارے دولھا ایک عمر گزرنے کے سبب آپس میں مزاج شناس ہی اور ایک دوسرے کے رفیق ہو چکے تھے۔ جب خدا رکھے۔ تمہارے میاں نے اُن سے شادی کی تھی۔ تو دونوں نے ایک ساتھ اور ایک ہی وقت نئی دُنیا میں قدم رکھا تھا۔ اور آپس میں نیا جوڑا بنے تھے + تمہارے دُولھا کی اور اُس بیوی کی زندگی اُس کے مرتے دم تک برابر برابر ایک ہی طرز پر گزرتی رہی۔ لیکن بُوا اب تمہاری اور تمہارے دُولھا کی زندگی میں بہت فرق ہے یعنی تمہارے دولھا

تجربہ کار ہیں اور تم ناسمجھ۔ خواہ تمہاری عمر کیسی ہی بڑی ہو۔ اور تم علم وعقل کی رو سے بھی عقلمند اور سمجھ دار ہو۔ لیکن تجربہ اَور چیز ہے۔ سمجھ عمر اور علم اَور چیز۔ تمہارے دماغ میں ابھی بچپن کی بُو سمائی ہوئی ہے۔ اور تمہارے میاں پکّی عمر کے سمجھ دار مرد ہیں۔ اس لئے تم اپنے لڑکپن کی عادتوں کے چھوڑنے میں مہلت ڈھونڈو گی۔ اور تمہارے میاں اس میں عجلت چاہیں گے۔ اور کہیں گے۔ کہ یہ بھی ہو تو پہلی بیوی طرح بھاری بھر کم ہو۔ گو تم اپنے ماں باپ کی نظروں میں کل کی بچّی ہو۔ لیکن اپنے خاوند کی آنکھوں میں تم پکّی عمر کی عورت سمجھو گی۔ وہ تمہاری غفلت اور ناتجربہ کاری دیکھ کر علانیہ نہیں تو دل میں ضرور یہی سوچیں گے۔ کہ یہ بھی میری پہلی بیوی کی طرح عورت ہے۔ لیکن اس سے ویسا انتظام کیوں نہیں ہو سکتا؟

اس کے علاوہ اگر تمہارے سُسرال والوں نے تمہاری غفلت دیکھی۔ تو وہ بھی تمہارے میاں سے کہیں گے۔ کہ دیکھو پہلی بہو کیسی عقلمند تھی۔ اور یہ کیسی پھوہڑ ہے۔ ان کے اس کہنے اور خود اپنی آنکھوں سے تمہاری غفلت دیکھتے رہنے کے سبب تمہارے

میاں کا دل تم سے بُرا ہو جائے گا۔ اور وہ ناراض رہنے لگیں گے۔ اگر ابتدا ہی میں تم دونوں کی محبت بگڑ گئی۔ تو پھر وہی مثل ہو گی۔ کہ بد اچھا بدنام بُرا تم اگر دس کام اچھے بھی کرو گی۔ اور ایک کام میں سہواً غلطی یا غفلت ہو جائے گی۔ تو بھی تمہیں پھوہڑ اور بے تمیز بہو کے خطاب مل جائیں گے + خُوب یاد رکھو۔ ابتدا کی بگڑی کا علاج سہل ہے لیکن انتہا کا علاج بہت مشکل بلکہ ناممکن۔ اگر ابتدا ہی میں تم نے غفلت اختیار کی۔ تو شیطان کے کان بہرے۔ تمہارے دشمن بدبخت بدنصیب کے ناموں سے پکارے جائیں گے۔ ایسی صورت میں رنج اور غم کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا + یہ خوب صورت جوانی اور عزیز جان مُفت میں گھُل گھُل کر تمام ہو جائے گی۔ جنم کے ساتھی ماں باپ ہیں۔ لیکن کرم کا ساتھی کوئی نہیں + ایسی حالت میں تم کو چاہیئے۔ کہ تم اپنی کوار پنے کی آزادی اور غفلت کے چھوڑنے میں پھُرتی سے کام لو +

میاں کی مزاج شناسی حاصل کرنے سے پہلے مختلف ذریعوں سے اپنے میاں کی پہلی بیوی کا حال معلُوم کر لو۔ تم اپنی سُسرال کی

عورتوں وغیرہ سے اپنے میاں کی پہلی بیوی کا حال اچھّی طرح دریافت کرسکتی ہو۔ جب تم کو اُس کا حال معلوم ہوجائے۔ تو گویا میاں کی مزاج شناسی تم کو خود بخود ہی ہوجائے گی۔ تمہیں دیکھنا چاہیئے۔ کہ میاں کو پہلی بیوی سے محبت تھی یا نہیں۔ اگر محبت تھی۔ تو وہ صورت کی تھی یا سیرت کی؟ اگر تمہارے میاں اپنی بیوی کو سیرت کے باعث چاہتے تھے۔ تو یہ کچھ مشکل نہیں۔ کہ تم بھی اسی طرح کی سیرت پیدا کرلو۔ صورت تو جیسی خدا نے بنادی ہے۔ وہ بدل نہیں سکتی۔ ہاں سیرت بدلی جاسکتی ہے۔ علم حاصل کرنے۔ اچھی نصیحتیں سُننے۔ اچھّی اچھّی کتابیں پڑھنے سے سیرت بہت بدل جاتی ہے۔ بے تمیز سے تمیزدار۔ جاہل سے عاقل۔ بے علم سے عالم۔ نادان سے دانا بن جاتے ہیں۔ اگر تم اپنے خاوند کی مرضی کے مطابق کھانا پکانا نہیں جانتیں۔ تو ویسا سیکھو۔ اور جو اُن کی پسند کا کپڑا سینا نہیں آتا۔ تو اُس کے سیکھنے کی کوشش کرو۔ تم ان کی ہر ایک عادت اور ہر ایک بات پر دھیان رکھو۔ کہ وہ کیسا کھانا کھاتے۔ کیسا کپڑا پہنتے۔ اور کس طرح کی بنی ہوئی چاٹے پینتے ہیں؟ پان کم چُونے کا

کھاتے ہیں یا زیادہ چُونے کا۔ چھالیہ باریک پسند کرتے ہیں یا موٹی؟ کھانے پینے میں وقت کے زیادہ پابند ہیں تو وقت کی پابندی سیکھو۔

اگر تمہارے میاں زیادہ متانت پسند آدمی ہیں۔ یعنی بھاری بھرکم رہنے والے ہیں۔ اور زیادہ ہنسی اور خوش مزاجی پسند نہیں کرتے تو تم بھی بھاری بھرکم بننے کی کوشش کرو۔ اس کے خلاف اگر تمہارے میاں خوش مزاج اور زندہ دل آدمی ہیں۔ اور تم بہت خاموش عادت کی لڑکی ہو۔ تو تمہیں اپنی عادت ترک کرنی چاہیئے۔ جب تمہارے میاں گھر آئیں تو تم خوش ہو کر ہنسی خوشی سے اُن کے ساتھ اس طرح باتیں کرو۔ کہ گویا مُنہ سے پھول جھڑتے ہیں۔ ان کا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا کام کرتے ہوئے اپنی بات اور چہرے کی وضع سے خوشی و زندہ دلی ظاہر کرو۔ اگر تمہیں کوئی فکر دامنگیر ہے یا طبیعت اچھّی نہیں۔ تو اس وقت بھی میاں کے روبرو ان کا کام کرتے وقت چہرے سے اُداسی ہرگز ہرگز ظاہر نہ ہونے دو۔

صبح کو ہمیشہ میاں سے پہلے سو کر اُٹھو۔ رات کو پہلے میاؤں کو سلاؤ۔ اور پیچھے آپ آرام کی ٹھہراؤ۔ صبح میاں کے اُٹھنے سے

کھاتے ہیں یا زیادہ چونے کا۔ چھالیہ باریک پسند کرتے ہیں یا موٹی؟ کھانے پینے میں وقت کے زیادہ پابند ہیں تو وقت کی پابندی سیکھو۔

اگر تمہارے میاں زیادہ متانت پسند آدمی ہیں۔ یعنی بھاری بھرکم رہنے والے ہیں۔ اور زیادہ ہنسی اور خوش مزاجی پسند نہیں کرتے۔ تو تم بھی بھاری بھرکم بننے کی کوشش کرو۔ اس کے خلاف اگر تمہارے میاں خوش مزاج اور زندہ دل آدمی ہیں۔ اور تم بہت خاموش عادت کی لڑکی ہو۔ تو تمہیں اپنی عادت ترک کرنی چاہیئے۔ جب تمہارے میاں گھر آئیں تو تم خوش ہو کر ہنسی خوشی سے اُن کے ساتھ اس طرح باتیں کرو۔ کہ گویا مُنہ سے پھول جھڑتے ہیں۔ ان کا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا کام کرتے ہوئے اپنی بات اور چہرے کی وضع سے خوشی و زندہ دلی ظاہر کرو۔ اگر تمہیں کوئی فکر دامنگیر ہے یا طبیعت اچھی نہیں۔ تو اس وقت بھی میاں کے روبرو ان کا کام کرتے وقت چہرے سے اُداسی ہرگز ظاہر نہ ہونے دو۔

صبح کو ہمیشہ میاں سے پہلے سو کر اُٹھو۔ رات کو پہلے میاؤں کو سلاؤ۔ اور پیچھے آپ آرام کی ٹھہراؤ۔ صبح میاں کے اُٹھنے سے

پہلے اُن کے روزانہ معمول کی باتوں کا انتظام کرو۔ مثلاً پانی تیار رکھنا۔ مسواک یا منجن۔ صابون۔ تولیہ۔ بدلنے کے کپڑے۔ ناشتہ۔ غرض جو دستور ہو۔ سب بے کہے موجود ہو، صبح کا وقت بڑی زندہ دلی کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت ہمیشہ اپنے میاں کے سامنے خوش دلی اور مستعدی دکھاؤ۔ اس وقت اپنے چہرے پر کسی قسم کی اُداسی سُستی یا خاموشی کی وضع مت آنے دو۔ تاکہ تمہارے میاں خوشی خوشی ناشتہ کھا کر تم کو ہنستے اور خوش و خرّم چھوڑ کر جائیں اور جب اپنے کام سے آئیں۔ تو پھر ویسا ہی تمہیں خوش و خرّم پائیں۔ اگر تم ان نصیحتوں پر چلو گی۔ تو ممکن نہیں۔ کہ تمہارے میاں تم سے ویسی ہی محبت نہ کریں۔ جیسی وہ پہلی بیوی سے کرتے تھے۔ بلکہ مجھے اُمید ہے۔ کہ اگر تم اس طرح کرو گی۔ تو وہ تم کو پہلی بیوی سے بھی زیادہ چاہنے لگیں گے۔

اگر انہیں پہلی بیوی سے اُس کی غفلت یا پھوہڑ پنے وغیرہ کے سبب تکلیف اور رنج پہنچے ہوں۔ تو تم ان سے واقفیت پیدا کر کے اُن باتوں سے بچی رہنا۔ اور میاں کو ویسی تکلیف نہ ہونے

دینا۔ بس ایسی صورت میں یقیناً تمہارے میاں تمہیں پہلی بیوی سے بہت زیادہ عزیز رکھیں گے ۔

اگر میاں کی محبت پہلی بیوی سے صرف حسن صورت کی محبت تھی۔ تو یہ اگرچہ ناممکن ہے۔ کہ انسان اپنی صورت کو عادت کی طرح بدل سکے۔ لیکن پھر بھی سیرت ایک ایسی چیز ہے۔ کہ اس کا صورت پر غالب آجانا بہت کچھ ممکن ہے ۔

مرد کو دوسری شادی میں اکثر چند طرح کی دقتیں پیش آتی ہیں اور اسی طرح دوسری بیوی کو بھی مثلاً خاوند کی پہلی بیوی سے اولاد ہو۔ تو دوسری بیوی اکثر میاں کو اولاد سے علیحدہ کرنا چاہتی ہے۔ یا اُس کے بچوں کو کھانے پینے وغیرہ ضروریات سے تنگ رکھتی ہے۔ دوسری بیوی کو یہ دقت پیش آتی ہے۔ کہ دوسری اولاد کا پالنا اپنی اولاد کے پالنے سے بدرجہا مشکل ہے کیونکہ اگر کسی وقت اپنے سے کسی کام یا خدمت میں غفلت ہو جائے تو کوئی کچھ کہنے والا نہیں ہوتا۔ لیکن اگر دوسری اولاد کی خدمت میں ذرا بھی غفلت ہو۔ تو خاوند علیحدہ ناراض ہوتا ہے۔ اور دُنیا الگ

نام رکھتی ہے۔ بچّوں کے قصور پر مائیں بچّوں کو سزا دیتی ہیں۔ اور مارتی پیٹتی بھی ہیں۔ لیکن کوئی کچھ نہیں کہتا۔ بلکہ خیال تک بھی نہیں آتا۔ ہاں اگر دوسری ماں نے بچّے کو ذرا ٹیڑھی انگلی بھی لگائے تو دنیا بھر میں نکوّ بن جائے۔ کیونکہ سوتیلی ہی ماں کی بدنامی ہے۔ بچّے اکثر شوخ اور ضدّی ہوتے ہیں۔ اگر بچّوں کی ہر ایک ہٹ کو پورا کیا جائے تو بچّے بگڑیں اور اگر پورا نہ کریں۔ تو سب کہیں گے۔ کہ آخر سوتیلی ماں تھی نا۔ اُسے کچھ محبّت اور درد نہیں تھا۔ غرض سوتیلی ماں کے واسطے ہر طرح مشکل ہے۔

ان سب اُمور کا سہل علاج یہی ہے۔ کہ اپنے دل سے ہر بات میں انصاف کر لے۔ اور سوچ لے۔ کہ اگر میں مر جاؤں اور میری اولاد میرے بعد باقی رہ جائے۔ تو میرے ہاتھوں کا بویا ہوا بیج میری اولاد کو بھی ویسا ہی پھل دے گا۔ جیسا بویا گیا تھا۔ وہی مثل ہو گی۔ "مت کر ساس بُرائی۔ تیرے آگے بھی جائی"۔ اگر تمہارا دل اس امر کو گوارا کر سکتا ہے۔ کہ تمہاری اولاد بھی ویسی ہی کس مپرسی میں رہے۔ تو بے شک نیکی کا بدلہ نیک اور بدی کے بدلے بد

کی امید کرے جیسا دل چاہے اُن بن میّا کے بچّوں سے سلوک کرو۔
اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ جو محبّت اپنے پیٹ کے بچّے سے
ہوتی ہے۔ وہ دوسرے کسی بچّے سے ہونی ممکن نہیں۔ لیکن پھر
بھی اگر کسی غیر کا معصوم بچّہ آجائے۔ تو اُس پر بھی پیار آہی جاتا
ہے۔ پھر اُن بچّوں سے جو اپنے خاوند کے پیارے ہوں۔ اور
جن کو اپنے ساتھ رہنے کا کچھ عرصہ تک اتفاق ہو۔ محبّت کیوں
نہیں ہو سکتی؟ گو اپنی اولاد کے برابر محبّت نہ ہو۔ مگر ہونی ضرور
چاہیئے۔ ان باتوں کو سوچے اور اپنے دل کو انصاف پر جمائے۔
انصاف ایسی چیز ہے۔ کہ اُس کی پابندی سے سب مشکلیں حل
ہو جاتی اور ساری دقّتیں جاتی رہتی ہیں۔ اگر انصاف کے باوجود
بھی دُنیا نام دھرے۔ تو اُس کی کچھ پروا نہیں کرنی چاہیئے۔ اور
سوچنا چاہیئے۔ کہ دل پاک ہے۔ تو حساب بیباک۔ خدا کے نزدیک
تو بے انصافی نہیں۔ دُنیا کے نزدیک ہو تو ہُوا کرے۔

انصاف یہ سوچنا چاہیئے۔ کہ اپنی اور پہلی بیوی کی اولاد
دونوں ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ اس لئے دونو کی پرورش میں

یکساں روپیہ صرف کرنا چاہئے۔ اور سمجھنا چاہئے۔ کہ ہر انسان خدا کے ہاں سے اپنا رزق اور نصیب ساتھ لے کر آتا ہے۔ اس حالت میں اپنی بداعمالیوں سے گور بھرنی کب روا ہو سکتی ہے؟

بعض سوتیلی ماؤں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ وہ زمانہ سازی کے باعث بچّے کو جھوٹے اور خوشامدانہ الفاظ سے محبت اور پیار کرتی ہیں۔ جو صریحاً خوشامد پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ بچّے کو پیار اُتنا ہی کرنا چاہئے جتنا خلوص دل سے کیا جائے۔ بلکہ ایسی صورت میں لوگوں کے سامنے دل سے بھی زیادہ پیار کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ ظاہر بینوں کی نظر میں یہ بھی خوشامد ہی سمجھی جائے گی۔ میں نے ایک نیک بخت بیوی کو دیکھا۔ کہ وہ اپنی دس برس کی بیٹی کو سب کے سامنے گودی میں اُٹھاتی۔ مُنہ چومتی اور کہتی تھیں۔ کہ اگر مجھے کوئی کہے۔ کہ اس کے بدلے اپنے باپ کی جان دیدے۔ تو میں بخوشی دے دوں۔ ایسی حرکتیں اور تقریریں بہت لغو اور پوچ معلوم ہوتی ہیں۔ متانت اور سچّی محبت سے جس قدر ہو

پیار کرنا مناسب اور بھلا معلوم ہوتا ہے ÷

دوسری شادی میں اکثر مرد دوسری بیوی سے پہلی بیوی کا ذکر نہیں کیا کرتے۔ یا تو وہ کسی قسم کی شرم کے باعث اُس کا حال چُھپاتے ہیں۔ یا اس خیال سے کہ بیوی بُرا نہ مانے۔ خیر کچھ ہی ہو۔ مرد اپنی پہلی بیوی کا ذکر کرنے سے اکثر گریز کرتے ہیں۔ اگر بعض مرد بھولے بسرے کچھ ذکر کر بھی بیٹھتے ہیں۔ تو اکثر دیکھا اور سُنا گیا ہے۔ کہ دوسری بیوی کی بھلائی کا ذکر کرنا ناگوار گزرتا ہے۔ یہ بڑی بے وقوفی ہے۔ خاوند اگر اپنی پہلی بیوی کا ذکر کرے تو اُسے ہرگز رنجیدہ نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ سمجھ لینا چاہیے۔ کہ یہ میرے میاں کی سچی محبت اور وفاداری ہے۔ کہ وہ اُس بہشتن کو مرنے کے بعد بھی یاد کئے جاتے ہیں۔ اگر میں مر جاؤں گی۔ تو اسی طرح کسی کے آگے میرا بھی ذکر خیر کیا کریں گے۔ اُس مُشت خاک کی تعریف یا یاد سے جل کر خاک ہو جانا سخت جہالت ہے۔ وہ مرحومہ پھر واپس آنے والی نہیں جو تمہارا حق ہے۔ اس میں سے وہ بیچاری حصہ بٹانے والی نہیں۔ وہ بدنصیب تو اپنا بھرا پُرا گھر چھوڑ کر دُنیا سے چل بسی۔ اب تم

اُس کے بعد اُس کی جانشین اور اُس کے گھر کی مالک ہو کر بھی اس کے نام سے جلو۔ تو یہ تمہارا حسد ہے۔ جو یقیناً خدا کی نظر میں بھی بہت بُرا ہوگا۔ سب عورتیں خاوند کی موئی بیوی کو سوکن کہا کرتی ہیں، سوکن کا لفظ بہت بُرا ہے۔ مرحومہ کے واسطے ہمشیرہ مرحومہ کا لفظ زیادہ مناسب ہے۔ سوکن وہی ہو سکتی ہے۔ جو ہم نوالہ وہم پیالہ ہو۔ جو بیچاری ہزاروں من خاک کے نیچے دبی پڑی ہے۔ اور کسی چیز میں تمہارے ساتھ شرکت نہیں رکھتی۔ اسے سوکن کہنا انصاف کی بات نہیں۔

اے پیاری بہن۔ اگر سب کوششوں اور محنتوں کے باوجود بھی خدانخواستہ کسی بدنصیب بہن کے نصیب پر بھی مایوسی کی سیاہ گھٹا چھائی رہے۔ تو وہ اپنی بدنصیبی پر صبر کرے۔ اور اگر صبر نہ کرے۔ تو اپنے آپ کو بڑے آزار کا مریض سمجھے جس کی صحت کسی علاج سے ممکن ہی نہیں۔ ایسی ناسمجھ بہن کے واسطے یہی دُعا ہے۔ کہ خداوند کریم اُس مظلومہ کو دُنیا کی گرم و سرد ہوا کے جھونکوں کا برداشت کرنے والا کلیجہ عطا کرے۔ اور عزت و آبرو کے

ساتھ اس دُنیا سے اُٹھائے۔ آمین یا اَرحمَ الرّاحمینَ ؎

ان اَوراق کے خاتمے پر میں اپنے والد بزرگوار جناب مولوی احمد شفیع صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر شاہ پور پنجاب کا خط درج کرتی ہوں۔ جو انہوں نے میری شادی سے پانچ مہینے پہلے بطور نصیحت نامہ مجھے تحریر کیا تھا۔ اس کے اخیر میں وہ جواب بھی نقل کئے دیتی ہوں۔ جو میں نے اپنے ابا جان کی خدمت میں بھیجا تھا:۔

میرے قبلہ کعبہ کا خط یہ ہے :۔

۲۔ اگست ۱۸۹۶ء مقام کوہاٹ

نورِ چشمی من!

بعد دُعا کے واضح ہو کہ تمہیں دو دفعہ میں خط بھیج چکا ہوں جواب نہیں آیا۔ یہ تیسرا خط ہے۔ اور سب سے زیادہ ضروری ہے یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ دُنیا میں زن وشوہر کا عجیب رشتہ ہے۔ اس رشتے میں یہ فرض ہے۔ کہ ایک دوسرے کو اپنی جان سے زیادہ چاہے اور فرض کیا ہے۔ اس کا خاصہ ہی یہ ہے۔ کہ ایک دوسرے کو

اپنی جان سے زیادہ چاہتا ہے۔ اور جہاں یہ نہ ہو۔ وہاں گویا اس رشتے کے تقدس اور عظمت کو فریقین نے نہیں سمجھا۔ اور خدا ایسی حالت سے ہر ایک کو بچائے۔ کیونکہ اس کی برکت کا منبع اور سرچشمہ جانبین کی چاہت ہی ہے، اس چاہت کے مدارج علاوہ باطنی کے ظاہری بھی ہیں، چاہت کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ مگر بعض دل ظاہر میں بہت ہی جھک جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ چاہت اپنے مدارج اعلیٰ سے چاہنے والے کو گرا دیتی ہے۔ ایسا بھی نہیں ہونا چاہئے۔ چاہت وقار کے ساتھ رہے۔ تاکہ چھچھورپن اور سُبکی اس سے نمایاں نہ ہو۔ مگر وقار کا بھی درجہ ہے۔ اس کو اتنا نہیں کھینچنا چاہئے۔ کہ وہ غرور تک لے جائے، چاہت کے ساتھ وقار ہو۔ اور وقار کے ساتھ چاہت ہو۔ دونوں کے ملنے سے عجیب نسخہ بنتا ہے۔

توقیر و وقار کے معنی بھاری بھرکم ہونے کے ہیں۔ نہ صرف بناوٹی طور پر۔ بلکہ عادتاً بھی۔ اس کے دوسرے معنی خودداری کے ہیں یعنی اپنی عزت آپ کرنا، جب کوئی اپنی عزت آپ کرتا ہے۔ تو

دوسرا بھی اس کی عزّت کرتا ہے۔ مگر اس عزّت کے خیال سے اپنے آپ کو کشیدہ رکھنا نہیں چاہئے۔ وہی چاہت عزت کے خیال کے ساتھ ملی ہو۔ اور چاہت کے خیال کے ساتھ عزّت کا خیال ملا ہوا ہو۔

اس چاہت میں خوشنودی مزاج شوہر بھی آگئی۔ جس کو اپنے شوہر کی چاہت ہو گی۔ اس کو خواہ مخواہ اس کے خوش رکھنے کا بھی خیال ہو گا۔ خوشی کئی قسم کی ہے۔ جسمانی خوشی اور روحانی خوشی فریقین کے علمی مذاق سے جو روحانی خوشی متصور ہے۔ اس کو کوئی خوشی نہیں پہنچ سکتی۔ اس خوشی کے لئے تمہیں ضرور ہو گا۔ کہ اپنی علمی لیاقت بڑھاؤ۔ جسمانی خوشیوں کی مثال بھوک کی سی ہے بھوک کو کھانا کھانے سے تسکین ہوتی ہے۔ لیکن اگر ہر وقت انسان کھانا کھاتا رہے۔ تو بدہضمی وغیرہ ہزار طرح کی بیماریاں آگھیرتی ہیں۔

بعض مستورات میں چاہت اور خوشنودی مزاج شوہر کا خیال تو ہوتا ہے۔ مگر وہ ان طریقوں سے محض ناواقف ہوتی ہیں۔ جن سے اُن کا حصول مدعا ہوتا ہے۔ یا اپنی سہل انگاری سے یا غفلت یا کاہلی سے ان کو عمل میں نہیں لا سکتی ہیں۔

ان طریقوں میں سے ایک طریقہ خانہ داری ہے۔ میرے خیال میں اس کی جانب سے اکثر مستورات ہند کو بے پروائی ہوتی ہے۔ انتظام خانہ داری ایک ایسا مضمون ہے۔ جس پر کتابیں لکھنی چاہئیں۔ مختصر یہ کہ جس قدر وقت بچے۔ وہ اس کی نذر کرنا چاہیئے۔ کچھ دن اس میں تکلیف ہوگی۔ پھر عادت پڑ جائے گی۔ تو بغیر انتظام کیئے آرام ہی نہیں آئے گا۔

انتظام خانہ داری میں سب سے زیادہ خیال صفائی اور ستھرائی کا ہونا چاہیئے۔ یہ ہے تو سب کچھ ہے۔ ورنہ کچھ بھی نہیں۔ اگر خداوند کریم فرش فروش نہ دے۔ تو بھی خالی زمین پر صفائی اور ستھرائی وہ کام کر جاتی ہے۔ جو بادشاہوں کے ہاں ہزاروں روپے کے قالین بھی نہیں کر سکتے۔ میں نے علاقہ چکوال میں دیکھا ہے۔ کہ غریب زمیندار نیاں اپنے مکانوں کو ایسا لپا تُپا صاف رکھتی ہیں۔ کہ اگر نہایت سفید پارچہ بچھا کر اُن کی زمین پر کوئی نماز پڑھے۔ تو بھی میلا نہ ہو۔

اس کے متعلق ایک نصیحت ہزاروں روپے کے مول کی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ہر ایک چیز اپنی جگہ ہووے۔ اور ہر ایک چیز کے

لئے جگہ ہووے ✣

اس کے بعد انتظام باورچی خانہ ہے۔ میرے خیال میں جو اس کا انتظام اچھا نہ کرے۔ اس نے گویا دیدہ و دانستہ اپنے شوہر کو بھوکو مارنا اختیار کر رکھا ہے، کسی عورت کی چاہت و محبت کسی کام کی نہیں۔ اگر وہ اُسے باورچی خانے کے انتظام تک نہ جانے دے ✣

جن مردوں کو دماغی کام کرنا پڑتا ہے۔ ان کی غذا کم ہوتی ہے۔ پھر اگر کھانا لذیذ نہ پکے۔ تو گویا اُن کو دیدہ و دانستہ بھوکوں مارنے سے نقصان پہنچاتا ہے۔ باورچی خانے کے انتظام میں یہ بڑا ضروری امر ہے۔ کہ گھر کی بیوی اس پر خاص توجہ کرے۔ اور جب کبھی موقع اچھّا ہو۔ تو خود بھی کچھ نہ کچھ پکائے ✣

کھانا صرف اپنے ہی لئے درکار نہیں ہوتا۔ بلکہ بسا اوقات مہمانوں کے لئے بھی اس امر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور معمول سے زیادہ مہمانوں کے لئے اچھّا کھانا لازم ہوتا ہے۔ بس اس امر کو سیکھنا از بس ضروری ہے ✣

باورچی خانے کے انتظام میں مصروف ہونے کے لئے میرے

خیال میں ایک خاص قسم کی پوشاک کی ضرورت ہے۔ ورنہ ویسا ایپران
تو ضرور اوپر لپٹا ہوا ہو۔ جیسا کہ کام کرتے وقت مس . . .
لیبیٹ لیتی تھی ÷

خانہ داری کے انتظام میں نوکروں کے ساتھ بھی سابقہ پڑتا ہے۔ اور
یاد رکھو کہ خود کام کرنے کی نسبت اَوروں سے کام کرانا مشکل کام ہے۔
جب اَوروں سے کام لینا ہو۔ تو سب سے زیادہ یہ ضروری امر ہے۔
کہ وقار اور ملائمت سے کام لیا جائے، جہاں تک ممکن ہو۔ نوکروں کے
ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ اور ان کے ساتھ سخت کلامی نہ کی جائے
مگر کام وقت پر لیا جائے۔ نوکروں سے اپنا مال بچانا یا یہ کہ ان کو
چوری نہ کرنے دینا سب سے مشکل کام ہے۔ مگر توجہ سے ان کی
بدعادتیں دُور ہو سکتی ہیں۔ یا ان کو چوری کے موقعے نہیں مل سکتے ÷

تمہاری اس حالت میں سب سے مشکل صورت تمہیں یہ پیش
آنے والی ہے۔ کہ دو چھوٹے چھوٹے بچّوں سے تمہیں سابقہ پڑے گا
تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ جس بچّے کی والدہ نہ ہو۔ اس پر رحم کرنا دین و
دُنیا میں بھلائی کا کام ہے۔ اور میں اس بات پر غور کرنے سے خوش

ہوں۔ کہ تم کو بچوں سے علی العموم بالطبع محبت کی عادت ہے۔ ان
سے ایسا حسن سلوک خوفِ خدا کو مدنظر رکھ کر مرعی رکھا جائے۔ کہ مغائرت
محسوس نہ ہو۔ نوکروں اور بچوں کی بیسیوں باتیں ایسی ہوتی ہیں۔
کہ ان سے غصہ آتا ہے۔ مگر بجائے غصے کے تحمل سے کام لینا ہوگا۔
اور تحمل کی مشق تمہارے لئے ضروری ہوگی۔

ہمارے ملک میں مستورات کو ایک اور بڑی مشکل کا سامنا ہوتا
ہے۔ کہ ان کی حرکات و سکنات سسرال والے بغور نکتہ چینی کی غرض سے
دیکھتے بھالتے رہتے ہیں۔ اور خدا واسطے بھی ہزار طرح کی عیب
بینی کرتے ہیں۔ اس لئے یہ بھی ضروری ہے۔ کہ ان کی نظر بدبیں
کو کوئی بات بری دیکھنے کے لئے نہ ملے۔ پس ہمارے ملک میں
نہ صرف شوہر کی خوشنودی مزاج کے لئے مستورات کو تیار کرنا چاہیئے
بلکہ اس کے رشتہ داروں کے لئے بھی۔ بارہا مستورات اپنے شوہر
کے گھرانے کی مستورات سے بگڑی رہتی ہیں۔ مگر اجنبی عورتوں
سے محبت گانٹھ لیتی ہیں۔ اس سے بدتر کوئی عادت نہ ہوگی۔
رتی بھر رشتہ گاڑھی بھر دوستی سے زیادہ مرتبہ رکھتا ہے۔

بعض مستورات میں یہ عادت ہوتی ہے۔ کہ وہ بہت جلد کسی کو سہیلی کسی کو بہنیلی کسی کو دوپٹہ بدل بہن۔ اور کسی کو کچھ کسی کو کچھ بنا لیتی ہیں۔ یہ بھی نہایت نامعقول عادت ہے۔ جو مستورات تم سے ملیں۔ اُن سے کشادہ پیشانی سے ملو۔ بے شک سلوک سے پیش آؤ۔ مگر ضرور نہیں۔ کہ زیادہ اخلاص بیہودہ بڑھاؤ۔ اور ملنا بھی صرف اُن مستورات سے چاہیئے جن کے ملنے کا شوہر روادار ہو؛

مستورات کا قاعدہ ہے۔ کہ وہ اکثر عورتوں کی باتوں میں آکر اُن کو قرض دام دے دیا کرتی ہیں۔ یہ بھی بُری عادت ہے؛ اوّل بغیر اجازت شوہر اس کا مال کسی کو دینا گناہ ہے۔ دوم قرض کا وصول کرنا اور بھی مشکل کام ہے؛ لیکن اس سے یہ مراد نہیں۔ کہ کسی پر رحم نہ کیا جائے۔ اگر خدا دے تو جو محتاج اور غریب ہو۔ اس کی مدد خیرات سے کرے۔ اور اگر مال شوہری سے خیرات کا ارادہ ہو تو اس کا استمزاج کر لیا جائے۔ قرض دینے سے بخش دینا بہتر ہے بشرطیکہ بخشنے کی قدرت انسان رکھتا ہو؛

میاں بیوی میں بعض اوقات شکر رنجی ہو جاتی ہے۔ اس کی

وجہ بہت چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں۔ جب کبھی ایسی صورت ہو۔ تو زبانی حالات ایک دوسرے سے پوچھ لیں۔ اور جو وجہ شکر رنجی کی ہو۔ اُسے دُور کر دیں۔ جب باہم خوشی سے مل جل کر رہنے میں بھی زندگی آرام سے نہیں گزرتی ہے۔ تو پھر رنجیدہ ہو کر یا رنجیدہ کر کے کیونکر انسان اپنی زندگی اور راحت سے بسر کر سکتا ہے؟ میری اپنی طبیعت کا تو یہ حال ہے۔ کہ جب مجھے کوئی رنجیدہ کرے۔ یا مجھ سے کوئی رنجیدہ ہو جائے۔ یا میں کسی کو بُرا بھلا کہوں۔ تو مجھے زندگی اپنی بے لطف معلوم ہونے لگتی ہے۔ اور یہی جی چاہتا ہے۔ کہ کیا اچھا ہوتا۔ اگر یہ بے لطفی درمیان میں نہ آئی ہوتی۔

ہم مسلمانوں کے مذہب میں لکھا ہے۔ کہ اگر کسی دوسرے کو سجدہ کرنا روا ہوتا۔ تو زوجہ اپنے شوہر کو سجدہ کرتی۔ یہ تعظیم شوہر ہی کا رُتبہ گویا ٹھہرایا ہوا ہے۔ لیکن میں نے پڑھا ہے۔ کہ یونانیوں میں عورتوں کو بھی پُوجتے تھے۔ اور ہندوؤں میں بھی رواج تھا۔ چنانچہ دیویاں تم نے سُنی ہوں گی۔ انگریزوں میں بھی ان کی پرستش کرتے ہیں مسلمانوں میں گو مذہباً تو پرستش مستورات منع ہے۔ مگر محبت کسی عورت

سے ہو جائے۔ تو خدا سے زیادہ خیال اس عورت کا ہو جاتا ہے۔ غرض
نتیجہ سب کا ایک ہی ہے۔ کہ عورتیں بھی پُوجی جاتی ہیں۔ میں نے بہت
غور اس بارے میں کی ہے۔ کہ عورتوں کی پرستش کیوں ہوتی تھی۔ اور
کیوں اب تک ہوتی ہے۔ اس کی وجہ مجھے تو یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ
ان میں چند جوہر اور صفاتِ الہی کے کرشمے ہیں۔ جو مردوں کو نہیں
ملے۔ یا نہایت کم درجے کے ہیں۔ ان میں سے ایک تو جمالِ الہی سے
ان کو موہنی صورت ملی ہے۔ دوم تقدس الہی سے ان کو عصمت و
عفت ملی ہے۔ سوم رحم الہی سے ان کو نیک دلی اور رحم دلی ملی ہے۔
چہارم محبّت الہی سے ان کو محبت ملی ہے۔ پنجم ربوبیت الہٰی سے
ان کو سارے کُنبے کا کھلانا پلانا ملا ہے۔ اسی طرح سے خزانۂ الہٰی
سے جو جو عطیات ان کو عطا ہوئے ہیں۔ بہت گراں قدر ملے ہیں۔
ایک عصمت ہی ان کی اس لائق ہے۔ کہ ان کے دامن پر فرشتے
نماز پڑھا کریں۔ اور پھر جب ان صفات چارگانہ کا ظہور اُن کی ذات
سے ہو۔ تو پھر کون ہے۔ جو اُن کے روبرو نہ جھک جائے۔ حُکم ہے
کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ۔ یعنی اپنے اخلاق خدا کے سے اخلاق

بنالو۔ پس کمالِ انسانی یہی ہے۔ کہ اس کی سعی یہ رہے۔ کہ اخلاق الٰہی کا تتبع کیا کرے ۔ جس قدر جواہر گرانمایہ ہوتے ہیں۔ اُسی قدر اُن کی چوری کا اندیشہ ہوتا ہے۔ عاقل وہ ہے۔ جو اپنے جواہر گرانمایہ کو چوروں کی دستبرد سے محفوظ رکھے ۔

لکھی پڑھی مستورات میں ایک کمزوری ہم نے نہایت معیوب دیکھی ہے۔ مثلاً علم و عقل سے ان کو کسی امر کی بُرائی معلوم ہے مگر جب کوئی دو چار جاہل عورتیں آن کر بکواس کریں۔ اور اس امرِ قبیح کی تعریف کریں۔ تو ان سے جواب نہیں بن پڑتا ۔ وہ اس لئے نہیں۔ کہ جواب آتا نہیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ نہیں چاہتیں۔ کہ جواب دے کر مستورات میں نکو بنیں ۔ تم کو ہر ایک امر پر اول خوب غور سے فکر کرنا چاہیئے۔ اور جب اُس کا حُسن یا قبح معلوم ہو جائے تو پھر ملامت کرنے والوں کے خوف سے رائے نہیں بدلنی چاہیئے اور نہ خاموش رہنا چاہیئے۔ مگر خواندہ عورت کا یہ وتیرہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ جس طرح جاہل عورات باتوں کا اناپ شناپ جھاڑ باندھ دیتی ہیں۔ اسی طرح یہ بھی بکتی چلی جائیں۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیئے

جب وہ جاہل مستورات آپس میں باتیں کرتی ہیں۔ تو غور سے اُن کو سُن کر جہاں اُن کی دلائل غلط ہوں۔ اُن کو پکڑ کر نہایت نرمی اور ملائمت سے ان کا جواب متانت کے ساتھ دینا چاہیئے۔ اگر وہ نہ سُنیں یا ہنسی میں اُڑائیں۔ تو اپنے تئیں اَور زیادہ متین اور رنجیدہ بنا کر کہنا چاہیئے۔ کہ ہنسنے کو جتنا جی چاہے ہنس لو۔ لیکن جو اصل بات ہے۔ وہ ہماری طرف سے بھی سُن لو۔ اگر سُنیں تو جتاؤ۔ ورنہ جانے دو۔

سب سے زیادہ اپنے دل کی ملامت سے ڈرو۔ خدا نے ہم سب کو ایک ضمیر یا نور ایمان یا دل دیا ہے۔ جو بُرے کام سے ہم کو ملامت کرتا ہے۔ اور اچھے کام پر شاباش دیتا ہے۔ اُس کی سُنو۔ اُسی سے ڈرو۔ جاہلوں سے مت ڈرو۔

مستورات کو زیورات اور زرق برق کے پارچات کا بہت شوق ہوتا ہے۔ مگر تمہیں معلوم ہے۔ کہ زیورات اور پارچات کا کچھ اندازہ نہیں۔ کسی کے پاس بہت ہے۔ کسی کے پاس تھوڑا ہے۔ اگر سب چاہیں کہ برابر ہو جائے۔ تو یہ محال ہے۔ اس شوق سے میں تم کو منع نہیں کرنا چاہتا۔ مگر اس قدر ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ

اس میں ہر کسی کے ساتھ برابری کا خیال بیہودہ ہے +

زیورات بھی ہمارے ملک کے اس قسم کے ہیں۔ کہ ان میں بھی بہت کچھ اصلاح کی ضرورت ہے۔ اسی طرح پارچات کی قسم ہیں۔ اور ان کی تراش وخراش میں بھی اصلاح کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ کام مستورات خود کریں گی۔ جب وہ تعلیم یافتہ ہو جائیں گی۔ مردوں کے کرنے کا یہ کام نہیں ہے۔ سب سے زیادہ اور ضروری کام یہ ہے کہ جو پارچات اور زیورات تم کو کم ایذا دیں۔ اور زیادہ زینت بخشیں ان کو بنانا اور لینا چاہیئے۔ وہ ایسے ہونے چاہئیں۔ جو زیادہ کام کے ہوں۔ صرف دھرے رہنے کے نہ ہوں +

عاقل آدمی کا کام ہے۔ کہ جتنے تخمینے کے اندر جو کام کرنا ہو اُسے اُتنے تخمینے کے اندر ہی انجام دیوے +

بھاری زیور اکثر دُکھ دیتا ہے۔ خاص کر کانوں والا بھاری زیور جہاں ایسے دُکھ کا اندیشہ زیور سے ہو۔ وہاں وہ ایسا بنایا جائے۔ کہ وہ عضو اس کو برداشت کر سکے۔ اور تکلیف نہ ہو۔ لیکن جس عضو کے لئے ایذا کا اندیشہ زیور سے نہ ہو۔ اس کے لئے بھاری بنانا

چنداں عیب نہیں +

زیادہ گنتی کے زیورات کی نسبت دو چار معقول قسم کے زیورات بنانا شاید زیادہ مناسب ہوگا۔ اور یہ زیادہ تر اپنی طبیعت اور مذاق پر منحصر ہے۔ کہ کونسا زیور کس کو پسند ہے۔ مگر جس طرح جسم کی ظاہری زیبائش زیور سے کرے۔ اُسی طرح دل کی باطنی آرائش اخلاق کریمہ کے زیور سے کرنی چاہیئے۔ اگر باطنی آرائش نہ ہو۔ تو ظاہری محض بے سود ہے +

تمہیں قرآن مجید کی تلاوت کی عادت ہے۔ اور ترجمہ بھی تم پڑھتی ہو۔ جہاں تک ممکن ہو۔ قرآن مجید کے معنے سمجھنے کے لئے زیادہ کوشش کرنی چاہیئے۔ بغیر سمجھے قرآن مجید یا نماز کا پڑھنا ایسا ہے جیسا کہ گدھے پر قرآن مجید لاد دیا ہو۔ اور وہ اُٹھائے لئے جاتا ہو۔ مگر اسی کو معلوم نہیں۔ کہ اس میں کیا ہے۔ تلاوت قرآن مجید اور نماز سے مقصود اصلاح اخلاق انسانی ہے۔ چنانچہ تم نے قرآن مجید میں پڑھا ہوگا۔ کہ اَلصَّلوٰۃُ تَنۡھیٰ عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ۔ یعنی نماز جملہ بُرائیوں سے بچاتی ہے۔ قبولیت نماز کی یہ نشانی ہے۔ کہ انسان جملہ بُرائیوں سے بچتا ہے۔ اگر یہ حاصل نہ ہو۔ تو سمجھنا چاہیئے۔ کہ نماز قبول نہیں

ہوئی۔ اور افسوس ہے اس پر۔ جس کی نماز قبول نہ ہو +

کل بنی آدم سے اصلاح و آشتی سے گزارنا اور کُل مسلمانوں

سے برادرانہ سلوک رکھنا اسلام کی ہدایت ہے + اگر کوئی عورت

اُخوّت اسلامی یعنی بہنوں کا سا سلوک دوسری عورت سے نہ کرے۔

تو سمجھو۔ کہ اُس کی نماز نے اُسے کچھ فائدہ نہیں دیا۔ خداوند کریم

ہماری تمہاری نماز کو ہمارے تمہارے لئے اور سب بندوں کے

لئے مُبارک اور منتج حسنات گردانے۔ آمین + ان سب امور پر غور

کرنے کے لئے خدا تمہارا حامی ہو +

مولوی نذیر احمد صاحب نے شاید مرآۃ العروس میں اپنی بیٹی کو کوئی

خط نصیحتاً لکھا تھا۔ وہ تم نے پڑھا ہو گا۔ نہ پڑھا ہو۔ تو اب ضرور پڑھ

لینا۔ افسوس ہے۔ کہ مجھے فرصت بہت کم ہے۔ مگر تو بھی میرا فرض

تھا۔ کہ تمہاری نئی زندگی میں داخل ہونے سے پیشتر اس کے نشیب و

فراز تم کو کسی قدر سمجھا دیتا۔ خدا کرے یہ دُرِ موعظمت تمہارے کام آئے +

میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ یہ ایک ہزار

روپیہ تمہاری لونڈیوں کے بھی دینے کے لائق نہیں ہے۔ مگر جو

کچھ چیز ہے میں تم کو دے سکتا ہوں۔ وہ ایک تو یہ نصیحت نامہ ہے۔ اور دوسرے گہری دلی دُعا ہے۔ کہ خداوند کریم تم کو اس نئی زندگی کی گاڑی چلانے کی ہمت دے۔ اور دین و دُنیا میں تمہیں خداوند کریم عزت و آبرو اور خوشی اور راحت سے رکھے۔ آمین یا رب العالمین۔ والدعا +

تمہارا پیارا پدر

احمد شفیع

میں نے جو جواب ابّا جان کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اس کی نقل یہ ہے:۔

جناب قبلہ وکعبہ ام سلامت! تسلیم بصد تعظیم کے بعد گزارش ہے۔ کہ آپ کا مفصل اور مسطول پدرانہ شفقت سے بھرا ہوا مفاخرت نامہ ملا۔ اس سے پیشتر بھی آپ کے دو گرامی نامے پہنچے تھے۔ شرم ولحاظ کے سبب اُن کا جواب ارسال خدمت نہ کر سکی۔ اس لئے معافی کی خواستگار ہوں۔ آپ کا یہ شفقت نامہ محبت پدری و نصیحت بزرگانہ سے اٹا اٹ بھرا ہوا ہے۔ اس کے مطالعہ سے جو میرے دل کی کیفیت ہوئی۔ افسوس ہے۔ کہ اس کے ظاہر کرنے کو پُورے پُورے الفاظ اپنی

کم علمی کے سبب مجھے نصیب نہیں۔ میں نے نصیحت نامہ کو بار بار
مکرر سہ کرر نہایت غور و فکر سے پڑھا اور سمجھا۔ لیکن اس محبّت نامہ کو
صرف دو چار دفعہ پڑھ لینے سے میری نیت نہیں بھر سکتی ہے۔ بلکہ
میں آپ کی اس تحریر کو ہمیشہ تعویذ بنا کر رکھوں گی۔ اور وظیفے کی
طرح برابر پڑھتی رہوں گی۔ اور اس کے ایک ایک حرف کو جو سراسر
میری بھلائی کے واسطے سچّے اور محبّت پدری سے بھرے ہوئے
دل سے نکلے ہیں۔ اپنے ذہن نشین کروں گی۔ اور انشاء اللہ آپ
دیکھ لیں گے۔ کہ میں آپ کی کس قدر فرماں بردار بیٹی ہوں۔

آپ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "جو ایک ہزار روپیہ میں تم کو دیتا
ہوں۔ وہ کچھ شے نہیں"۔ میں درگاہ الٰہی سے ایک لوتھڑا گوشت اور
ایک مٹھی ہڈیوں کی دنیا میں بھیجی گئی تھی۔ خداوند کریم کا فضل اور
آپ کی مہربانی و شفقت ہے۔ کہ روز پیدائش سے لے کر آج تک آپ
کے زیر سایہ پرورش پا رہی ہوں۔ سیکڑوں تھان کپڑے کے اور لاکھوں
من خوراک خدا کی بخشش اور آپ کی شفقت سے کھا پہن چکی ہوں۔
ایک ہزار چھوڑ لاکھوں روپے آپ کی ذات برکت سے مجھ پر صرف

ہو چکے ہوں گے۔ میرا ایک ایک ناتواں عضو اور بال بال آپ کی دولت اور محبت سے پلا ہوا ہے۔ جو دولت آپ کی مجھ ناتواں اور ناسمجھ کی پرورش پر صرف ہوئی۔ وہ میری نظروں میں اس قدر ہے جس کا شمار نہیں۔ پس میں نے آپ کا بے حساب روپیہ لیا ہے۔ جس کی میں گنتی تک نہیں بتا سکتی +

آپ نے جس قدر شفقتیں مجھ پر کیں۔ وہ بجائے خود دولت سے بھی ہزارہا درجے بہتر ہیں۔ آپ نے جو کچھ کیا۔ سب میری بھلائی اور بہتری کے واسطے کیا + آپ کی عنایتوں میں سے یہ کیا تھوڑی عنایت ہے۔ کہ آپ نے مجھے ایسی ایسی نصیحتیں لکھیں جو سراسر میری بھلائی اور بہتری سے پُر اور سب سے زیادہ بیش قیمت ہیں۔ آپ کا یہ مکرمت نامہ جو میری ظاہری اور باطنی اصلاح کا موجب ہے۔ مجھے دولت سے بھی زیادہ خوشی دے رہا ہے۔ میں خداوند کریم سے دُعا کرتی ہوں۔ کہ خداوند کریم مجھے آپ کی ہر ایک نصیحت پر کاربند ہونے کی توفیق عطا فرمائے +

زیور کی بابت خالہ جان نے بھی مجھ سے پوچھا تھا۔ میں نے

کو بتا دیا تھا۔ وہ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے تمہارے ابا جان کو لکھ دیا ہے۔ جو تفصیل خالہ جان نے زیور کی آپ کو لکھی۔ اس میں بازوبند البتہ مجھے پسند نہیں۔ اور باقی سب درست ہے۔ پازیب بھی بعد چندے قابل استعمال نہیں رہتی۔ اور بُری معلوم ہونے لگتی ہے +

پارچات بھی زیادہ بیش قیمت جو قابل استعمال نہ ہوں۔ اور خوش وضع نہ ہوں۔ مجھے اچھے نہیں لگتے + اس قسم کے کپڑے لتے بھی صندوق میں بند ہو کر حفاظت ہی کراتے ہیں۔ سو نکمّی چیز کی نگرانی بھی کچھ گراں ہی نظر آتی ہے + علم کا مجھے حد سے زیادہ شوق ہے۔ خداوند کریم سے دُعا ہے۔ کہ وہ حسب دلخواہ علم نصیب کرے۔ آپ کی دُعا کی برکت سے اور خدا کی عنایت سے میری کوشش میں ضرور کامیابی ہو گی۔ گھر میں سب طرح خیریت ہے۔ زیادہ آداب قبول فرمائیں +

خاکسار آپ کی تابعدار بیٹی محمدی بیگم
از راولپنڈی۔ ۳۔ اگست ۱۸۹۷ء

تصانیف محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ

خانہ داری یعنی آرائش اور تہذیب و کفایت شعاری سے رہنے کے قاعدے قیمت

آداب ملاقات ۔ آج کل مستورات کو اپنی باہمی ملاقاتوں میں کن کن باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ جن کے بغیر بیبیاں بدتمیز اور غیر مہذب کہلاتی ہیں قیمت ۸ر

نعمت خانہ ۔ ہندوستانی کھانوں کی کتاب۔ جس میں ادنیٰ سے لے کر اعلےٰ تک سب کھانوں کی نہایت صحیح اور آسان ترکیبیں لکھی ہیں۔ قیمت ... ۸ر

حیات اشرف ۔ بی بی اشرف النساء بیگم صاحبہ مرحومہ معلمہ وکٹوریا گرل سکول لاہور کی مبارک زندگی کے کارآمد حالات۔ قیمت ۶ر

صفیہ بیگم ۔ ایک تعلیم یافتہ غم زدہ لڑکی قصہ۔ دردانگیز اور عبرت خیز قیمت ۱ر

آج کل ۔ آج کا کام کل پر ٹالنے والی عورت کی دردناک سرگزشت ۔ ھر

خواب راحت ۔ ہندوستانی طرز کی مشہور مشہور اور نہایت دلچسپ لوریاں اور بچوں کو بہلانے اور خوش کرنے کے فقرے۔ قیمت .. ۸ر

انمول موتی ۔ دلچسپ نظم کے ذریعے ادائے فرض کے لئے خدا سے دعا مانگی گئی ہے قیمت ۱ر

دارالاشاعت پنجاب لاہور

گیلانی الیکٹرک پریس ...